"اور میں اس وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

ندیم مجھے مکمل کر بہت صاف صاف لفظوں میں ماہ رخ کے بارے میں بتا چکا تھا' شادی سے پہلے بھی وہ غلط روش کا شکار تھی پھر اس نے سلیمان شاہ جیسے بااثر آدمی کو اپنے جال میں پھانسنے کے بعد اس سے شادی کر لی تھی اور اب وہ لوگ بھی جو اس کے ماضی سے واقف تھے اسے باعزت خاتون کے نام سے یاد کرنے پر مجبور تھے' شادی کے بعد جہاں ماہ رخ کو تحفظ مل گیا تھا وہاں سلیمان شاہ بھی اپنے مطلب کی خاطر اسے استعمال کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا تھا۔

میں اپنی پارسائی کا دعویٰ نہیں کرتا' جس شخص سے کوئی معمولی سی لغزش بھی سرزد ہو جائے اسے پارسا نہیں کہا جا سکتا' میں نے تو حالات کے بھنور میں پھنس کر کئی جرم کر ڈالے تھے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ میرا دامن ابھی تک کسی عورت کے سلسلے میں پاک تھا' ماہ رخ کی فیس ادا کرنے کے بعد میں بھوشن کو قانون کے شکنجوں میں پھنسوا سکتا تھا لیکن اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ بھوشن کے ٹوٹ جانے کے بعد طاغوتی قوتیں میرا پیچھا چھوڑ دیں گی؟ بہر حال انسان اپنی انا اور ضد کی خاطر سب کچھ کر گزرتا ہے' میں بھی اپنی ذات میں اندر سے کسی موم کی طرح پگھلنا شروع ہوا تھا کہ کمرے میں صندل اور لوبان کی ملی جلی تیز خوشبو پھیلنے لگی' اس کے ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ یہ خوشبوئیں خدا کے اسی برگزیدہ کمبل پوش بزرگ کے وجود سے پھوٹتی تھیں جو ابھی تک میری مدد کر رہا تھا۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا پھر میں نے دیکھا کہ خدا کا وہ نیک دل بندہ اپنی تمام تر مجذوبانہ کیفیتوں کے ساتھ ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی لکڑی تھامے میرے سامنے موجود ہے۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے وجود کا احاطہ کر رہی تھیں' ان آنکھوں میں جلال تھا جو میرے دل کو لرزا دینے کے لیے بہت کافی تھا' میری پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھرنے لگے۔

"میرے بزرگ۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے آپ کی رہنمائی کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"حق اللہ۔" جواب میں نعرہ بلند ہوا۔

"دشمن میری گھات میں ہیں۔" میں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ "میں آزاد ہونے کے باوجود بڑا بے بس ہو گیا ہوں۔"

"حق اللہ۔" بزرگ نے مجھے گھورتے ہوئے پھر وہی نعرہ بلند کیا۔

"آپ خدا کے برگزیدہ بزرگ ہیں' میرے راستے میں ہر طرف تاریکی پھیل رہی ہے۔"

"حق اللہ۔"

"مجھے اندیشہ ہے کہیں میں اپنی راہ سے بھٹک نہ جاؤں۔"

جواب میں بزرگ کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے ابلنے لگے' ان کا لاغر جسم کپکپانے لگا' شاید میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل آئی تھی۔ "میرا ذہن میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔" میں نے خود کو سنبھالا۔

"آنکھیں کھول لے مردود۔" بزرگ نے حقارت سے جواب دیا۔ "سمندر میں سر کے بل کودنے کا ارادہ ترک کر دے ورنہ پھر ابھرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"لیکن؟"

"گھڑی کی ٹک ٹک کی آوازیں غور سے سنا کر نہیں تو پھر بغلیں بجانی شروع کر دے۔"

"وہ قدم قدم پر میرے لیے دشواریاں کھڑی کر رہے ہیں۔"

"گلشن پر آج تھو کر دے۔ صحرا کی طرف دوڑ لگا دے۔" بزرگ نے جوشیلے انداز میں جواب دیا۔ "تیرے کالے گدھ تجھے ہڑپ کر جائیں گے غلیل ہاتھ میں لے کر باہر نکل اور تمام قمقموں کو ایک ایک کر کے توڑ دے پھر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا۔"

"میں آپ کے اشاروں کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ کی ہدایت کی ضرورت ہے۔"

"منہ پیٹ لے۔ زبان کاٹ کر کتوں کے آگے ڈال دے پھر ننگا ہو جا۔ سڑکوں پر ٹھمکے لگانا شروع کر دے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں میرے بزرگ۔ آپ شاید مجھ سے خفا ہیں یا پھر میری مدد نہیں کرنا چاہتے۔"

جواب میں بزرگ نے دیوانہ وار قہقہے لگانے شروع کر دیے' جسم کے زخموں کو ناخنوں سے کرید کر پورا کر لیا' اس کے بعد اپنی لکڑی کو زور سے زمین پر مار کر "حق اللہ" کا نعرہ بلند کیا پھر گول گول چکر کھانا شروع کر دیا' ان پر مجذوبیت کا عالم طاری ہو رہا تھا' بڑی دیر تک وہ پھرکی کی طرح چکر لگا کر "حق اللہ۔ حق اللہ۔ یا ہو اور ہو اللہ" کا ورد کرتے رہے پھر تھک کر زمین پر بیٹھ گئے' ان آنکھوں سے اب آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"اگر مجھ سے کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے تو میں اس کے لیے معافی کا طلب گار ہوں۔"

"مجھ پر تھوک رہا ہے بدبخت۔ آسمان کی طرف دیکھ جہاں چیلیں پر پھیلائے اڑ رہی ہیں۔"

"موہنی اور کالا کالی ناپاک قوتیں میرے خلاف برسر پیکار ہیں' میں زیادہ دنوں تک ان کی گندی اور پلید طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے عرض مدعا کی۔

"سن۔" بزرگ نے اچانک چاروں طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ "میری ایک بات مانے گا۔"

"آپ حکم دیں۔ میں سرتابی کی جرات نہیں کروں گا۔"

"تو بھی سورتی بن جا۔ کوڑیوں کے مول بکا کر۔ بھونچال آ جائے گا تو پھر اس میں کپڑے اتار کر ناچنا شروع کر دینا۔ سمجھ رہا ہے۔"

"میرے پاس اب خودکشی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے بے بسی کا اظہار کیا۔

بزرگ کے منہ سے جھاگ اڑنے لگے' آنکھوں سے چنگاریاں جاری ہو گئیں' ان کا پورا جسم اس طرح جھٹکے کھا رہا تھا جیسے بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہو' بڑی دیر تک وہ مجھے پلکیں جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر یکلخت قہقہہ لگا کر بولے۔

"کوٹھے پر چڑھ جا۔ طبلے اور سارنگی کے ساتھ ساتھ تالیاں بجایا کر۔"

"خدا کے لیے۔" میں گڑگڑانے لگا۔ "میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں' میری مدد کیجیے ورنہ۔"

"توبہ کر بدبخت۔" بزرگ نے لرزتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر غلاظت اچھال رہا ہے۔ نابدان کے کیڑے۔"

"مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ میں شاید دیوانہ ہو گیا ہوں۔"

"دیوانہ۔" بزرگ نے دیدے نچا نچا کر مجھے سر سے پاؤں تک بڑے غور سے دیکھا پھر بڑی ادا سے بولے۔ "مجھے الو بنا رہا ہے۔ تیری ڈاڑھی کہاں اڑ گئی؟ کیا دیمک چاٹ گئی؟ تیرے چہرے پر میل کہاں ہے؟ کپڑے تار تار کر لے۔ حلق پھاڑ کر تان لگا کر لٹ ابھی سلجھا جا رے بالم پھر تیرے پیچھے بھی مجمع اکٹھا ہو جائے گا۔ خاک اٹھا کر سر میں مالش کیا کر' دماغ کی چولیں چرچرانا چھوڑ دیں گی' لیکن ایک بات یاد رکھ۔" وہ پھر سنجیدہ ہو گئے چاروں طرف عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "زلفوں میں کبھی الجھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ الجھ کر رہ جائے گا۔ جوئیں مارنی شروع کر دے۔ سر صاف ہو گیا تو پھر چودہ طبق بھی روشن ہو جائیں گے۔ جانتا ہے روشنی کیا ہوتی؟ آسمانوں پر کڑکنے والی بجلی۔ تو بھی گرہ باندھ لے' جب بجلی چمکا کرے تو ڈر کر آنکھیں بند کر لیا کر۔ کسی کونے کھدرے میں دبک جایا کر۔ طوفانوں سے ڈرا کر۔ بادل گرجیں گے تو دل ضرور دھڑکے گا۔ پھر برسات ہو گی۔ برسات ہو تو ناچنا شروع کر دے اور پھر ٹھمکے لگا کر گانا شروع کر دے۔ لٹ ابھی سلجھا جا رے بالم۔ سمجھ رہا ہے نا میری بات۔"

"میں مر جاؤں گا لیکن دشمنوں سے ہار نہیں مانوں گا۔" پھر عاجزی اختیار کی' بزرگ کی باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں' وہ یقیناً اشاروں کنایوں میں مجھے کچھ سمجھا رہے تھے' جو لوگ اللہ کے قریب ہوتے ہیں وہ کھل کر بات نہیں کرتے' روشن ضمیر ہو جانے کے بعد اور محتاط ہو جاتے ہیں' مجذوب کا درجہ حاصل ہو جائے تو پھر اللہ کا قرب انہیں دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے' وہ تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں مگر اللہ نے جو باتیں راز رکھی ہیں وہ ان کی زبان سے بھی کھل کر ادا نہیں ہوتیں' وہ ڈھکے چھپے لفظوں اور جملوں میں انسان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں' ان کی عارفانہ باتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتیں' صرف وہی سمجھتا ہے جسے قدرت کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے' ابھی شاید قدرت کی جانب سے میرے لیے ہدایت کا حکم نامہ جاری نہیں ہوا تھا جو میں خدا کے اس برگزیدہ بندے کی باتوں کی تہ تک پہنچ سکتا۔ میرے اطراف ابھی تک دھند طاری تھی جس نے مجھ سے قوت بصارت چھین لی تھی یا پھر حالات کی تلخیوں اور پے در پے والے حادثات نے مجھے گھیر رکھا تھا' مجھے سنبھلنے اور قدم جمانے کا موقع نہیں دے رہی تھیں' گھٹن کے احساس نے میرا سانس لینا بھی دشوار کر رکھا تھا۔

"جینا چاہتا ہے؟" بزرگ نے مجھے گھورا پھر لکڑی سے زمین پر الٹی سیدھی لکیریں کھینچنے کے بعد بولے۔ "جوا کھیلنا شروع کر دے۔ کوڑیاں پھینکنے کا گر سیکھ لے تو پھر پو بارہ ہو جائیں گے۔ گھوڑوں پر داؤ لگانا شروع کر دے' پہلی ریس میں سات نمبر کا گھوڑا جیتے گا' لے بھاگے گا لیکن سنبھل کر کھیلنا' وہ پیچھے سے دلکی لگاتا ہوا آئے گا اور سب سے آگے نکل جائے گا۔ سب اس کی جیت پر بوکھلا جائیں گے۔ چپ۔ دوسری ریس نہ کھیلنا ورنہ پٹ جائے گا' تیسری ریس میں بھی تیرے ستارے گردش میں ہوں گے اس کے بعد۔ ہاں چوتھی ریس میں آٹھ نمبر پر قسمت آزمانا اور آخری ریس میں چھ نمبر پر اپنی تمام جمع پونجی لگا دینا۔ چاندی ہی چاندی ہو جائے گی۔ مگر ایک بات غور سے سن لے۔ دوسری بار ریس کی طرف جانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ کسی بدکے ہوئے گھوڑے کی دولتی تجھے لہولہان کر دے گی۔" بزرگ نے سٹے کا نمبر بتانے والوں کی طرح کہا۔ "میں نے جو نمبر بتائے ہیں انہیں بھول مت جانا۔ ترتیب اگر بگڑ گئی تو پھر روئے گا۔ لٹ ابھی سلجھا جا رے بالم۔ لٹ ابھی۔"

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "میرا ہاتھ تھام کر سیدھے راستے پر لگا دیجیے۔"

"دلدل میں پھنس جائے گا۔" بزرگ نے تیزی سے مجھے ٹوکا پھر جلدی جلدی پلکیں جھپکا کر بولے۔ "پگڈنڈی پگڈنڈی چلنے کی عادت نہیں تو چمگادڑ کی طرح درخت سے الٹا لٹک کر رہ جائے گا۔"

"پھر مجھے اپنی یہ آڑی ترچھی لکڑی عنایت کر دیں۔" میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ "یہی میرے لیے بہت ہو گی۔"

"دم دبا کر بھاگ لے کوئی تیری دم میں نمدہ فٹ کرنے

aazzamm@yahoo.com

آرہا ہے یا حق۔" بزرگ نے خوفزدہ لہجے میں کہا پھر حق ہو۔ ہو حق کا نعرہ لگاتے ہوئے میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

میں ان کی باتوں پر غور کرنے لگا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا' رام دیال سینہ تانے دندناتا ہوا اور پولیس والوں کے ساتھ میرے آفس میں داخل ہوا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر کررہ گیا' میں نے رام دیال کو غور سے دیکھا' اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ موجود تھی' وہ یقیناً" کسی مقصد کے تحت آیا تھا۔ میں ابھی اس کی آمد کے مقصد کا اندازہ لگانے کی کوشش کررہا تھا کہ اس نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کبھی میں آپ کا ماتحت بھی رہ چکا ہوں شہباز صاحب کیا آپ مجھے بیٹھنے کو بھی نہیں کہیں گے؟"

"کس مقصد سے آئے ہو؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے قدرے تلخی سے سوال کیا۔

"جمنا یاد ہے آپ کو۔ وہی روپ نگر والی جمنا جو شنکر کی رکھیل تھی۔" رام دیال نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کردیا تھا لیکن پھر نتیجہ کیا نکلا؟"

"میں تمہاری اس بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"جمنا شنکر کے جنتر منتر سے آزاد ہو گئی تھی اور آپ کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔"

"رام دیال۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "نہ میرا تعلق اب پولیس سے ہے اور نہ میرے پاس فضول باتوں کو سننے کا وقت ہے۔"

"میری مصروفیات بھی یہاں آکر بہت بڑھ گئی ہیں۔" اس نے طنز کیا۔ "روپ نگر ایک چھوٹا اسٹیشن تھا جہاں ہمارا واسطہ چھوٹے چھوٹے مجرموں سے پڑتا تھا لیکن یہاں تو بڑے بڑے سورما رہتے ہیں۔ اور ایک پولیس افسر ہونے کے ناتے خطرناک قسم کے مجرموں کی سرکوبی کرنا میرا فرض ہے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"میرے پاس کس لیے آئے ہو۔" میرا لہجہ اور سخت ہو گیا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں شہباز جی۔ ابھی سونے سے بھرا ہوا بریف کیس اور آپ کے خلاف مسز عابد کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے۔"

"پھر۔"

"میں مسز عابد سے ملنا چاہتا ہوں۔" رام دیال نے افسرانہ شان سے کہا۔ "مجھے اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"پھر میں کیا کروں؟" میں نے بدستور بے پرواہی سے پوچھا۔

"مسز عابد۔"

"وہ عدالت کے حکم نامے کے تحت ضمانت پر ہے اور اس کی ضمانت مسز ندیم نے دی ہے' تم اگر چاہو تو ندیم سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔"

"کیا آپ مجھے مسز عابد کا پتا بتانے کی بھی زحمت گوارا نہیں کریں گے؟"

"میرا وقت بہت قیمتی ہے رام دیال۔ تم عابد کا پتا لینے کی خاطر میرے ان ڈور چیف مسٹر وارثی سے ملو۔"

"او کے مسٹر شہباز۔" رام دیال نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "اب ہماری ملاقات عدالت میں ہوگی۔" پھر وہ تیزی سے مڑا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا دفتر سے باہر چلا گیا۔

شام کو میری ملاقات گھر پر ندیم سے ہوئی تو... خاصا ہشاش بشاش نظر آرہا تھا' نسیم' عارفہ اور امی سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے' میں کمرے میں داخل ہوا تو عارفہ نے بڑی قاتلانہ نظروں سے دیکھا پھر نسیم کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہو گئی' یہ اس کا روز مرہ کا معمول تھا میں جب بھی تھکاماندہ دفتر سے گھر لوٹتا وہ ہمیشہ اسی طرح کے جذبوں سے مجھے خوش آمدید کہتی کہ میری دن بھر کی تھکن دور ہو جاتی تھی' مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس کے حسن میں کچھ اور نکھار آگیا تھا' وہ مجھے پاکر بہت خوش تھی' مجھے بھی احساس تھا کہ میں نے اتنے عرصے تک عارفہ کی نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ کر غلطی کی تھی' وہ انتہائی وفادار محبت کرنے والی اور سلیقہ مند لڑکی تھی لیکن میری وجہ سے گھر کی چہار دیواری میں گھٹ کر زندگی گزارنے پر مجبور تھی' طاغوتی طاقتوں کو ابھی تک یہی شبہ تھا کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے' میں بھی یہی چاہتا تھا کہ گندی قوتوں سے عارفہ کو دور رکھوں' وہ اگر دوبارہ کالکا یا موہنی کی نگاہوں میں آجاتی تو میری پریشانیاں بڑھ سکتی تھیں' عارفہ کی اپنی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

نسیم کے زخم بھی اب بھرنے لگے تھے۔ ندیم شہر کے مشہور پلاسٹک سرجن سے اس کا علاج کرا رہا تھا۔ اس کے علاج پر بے دریغ روپے خرچ کررہا تھا' اس کے پاس دولت کی کمی بھی نہیں تھی۔

نسیم نے مجھے دیکھا تو ملازم کو جاکر چائے کا آرڈر دے آئی' میں بھی سب کے ساتھ بیٹھ گیا' میں نے وہیں سب کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی' ندیم میری ماں کے سامنے بالکل بچوں کی طرح چہکنے لگتا تھا شاید وہ اس طرح میری ماں کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ ابھی تنہا نہیں ہیں' اب بھی بہت سے لوگوں کو ان کی ضرورت ہے' عارفہ تو دن رات ان کے ایک ایک کام کا خیال رکھتی تھی' ماں نے بھی اسے بیٹیوں کی طرح قبول کرلیا تھا' پھر نسیم کے آجانے سے گھر کی رونقیں اور بڑھ گئی تھیں۔

"تم اتنی دیر تک کہاں تھے؟" ندیم نے عارفہ کی طرف انکھیوں سے دیکھ کر مجھے شکایت بھری آواز میں مخاطب کیا۔

"دفتر شام ساڑھے چار بجے تک رہتا ہے اور اس وقت شام کے سات بج رہے ہیں۔ کہاں رہے اتنی دیر؟"

"کیوں۔ تمہیں کیا ضروری کام پیش آگیا تھا؟"

"کام نہ ہو جب بھی انسان کو وقت پر گھر آنا چاہیے۔"

"آئی سی۔" میں مسکرایا' ندیم عارفہ کے دل کی ترجمانی کررہا تھا۔

"صرف آئی سی سے کام نہیں چلے گا' میں بہت دنوں سے محسوس کررہا ہوں کہ جب سے تم نے معصوم عارفہ کی جگہ نئی سیکریٹری رکھی ہے دفتر میں تمہاری مصروفیات بڑھتی جارہی ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کوئی فرنگن ہے۔" نسیم نے بھی ندیم کا ساتھ دیا' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ سب مل کر مجھے چھیڑ رہے ہیں' امی بھی زیر لب مسکرا رہی تھیں۔

"اٹس اوکے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں جب بھی شہباز سے ملنے دفتر گیا وہ ہمیشہ اسی کے دفتر میں دکھائی دی' اپنی سیٹ پر تو وہ شاید ہی ایک منٹ کو ٹکتی ہے' کسی نہ کسی بہانے کوئی نہ کوئی کام نکال کر ٹپک پڑتی ہے شہباز کے سر پر اور یہ بھی سارے کام چھوڑ کر اسی سے ہنس ہنس کر باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔"

"سنا ہے اس کی تنخواہ بھی بہت زیادہ ہے۔" عارفہ نے مسکرا کر ندیم سے کہا۔

"ہاں۔ تم ہنس رہی ہو' تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو سارے گھر کے برتن توڑ ڈالتا' بھی شہباز سے سیدھے منہ بات نہ کرتا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "واہ یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ اگر تمہیں اسی طرح بھنورے کی طرح ڈال ڈال اور پات پات بھٹکنا تھا تو بیچاری عارفہ کو کسی معصوم گائے کی طرح گھر لاکر کھونٹے سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی۔" آخری جملہ ندیم نے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کیا تھا۔

"اچھا ہوا جو تم عورت نہیں ہوئے۔" امی نے مسکراتے ہوئے ندیم کو چھیڑا۔ "جس کی ساس ہوتے اس بہو کی تو زندگی اجیرن کردیتے۔"

"امی۔ آپ بھی بیٹے کا ساتھ دے رہی ہیں؟" ندیم نے شکوہ کیا۔

"میں سمجھ رہی ہوں آپ کی باتوں کا مقصد۔" عارفہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "جب تک آپ کو کافی نہیں ملے گی آپ اسی طرح بولتے رہیں گے۔"

"اب ہوئی بات۔" ندیم نے چہکتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم اب تو سیدھی انگلیوں سے گھی نکالنے کا زمانہ ہی ختم ہو گیا' اگر تم نے شرافت سے پہلے ہی اپنے ہاتھ کی کافی پلا دی ہوتی میں اب تک اس ذکر کو نہ جانے کتنی بار گولی مار چکا ہوتا۔"

"آپ ہر وقت کیوں چھیڑتے رہتے ہیں عارفہ کو۔" نسیم نے عارفہ کے ڈرائنگ روم سے باہر جانے کے بعد کہا۔

"ٹھہراو جو تم نے درمیان میں آنے کی کوشش کی۔" ندیم نے نسیم کو گھورا۔ "ندیم میرا بھائی ہے اور اس رشتے سے عارفہ اور میرا دیور بھابی کا رشتہ ہوتا ہے اور جب تک دیور بھابی میں اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو کچھ لطف نہیں آتا۔"

"کہاں سے سیکھی ہیں تم نے اس قسم کی باتیں؟" امی نے ندیم سے پوچھا تو وہ بڑے بھولپن اور معصومیت سے بولا۔

"یہ سب شہباز کی دوستی کا نتیجہ ہے ورنہ پہلے تو مجھے سیدھی طرح بات کرنی بھی نہیں آتی تھی۔"

خاصی دیر تک اسی قسم کی دلچسپ گفتگو ہوتی رہی پھر امی نماز پڑھنے چلی گئیں اور عارفہ اور نسیم رات کے کھانے کا اہتمام کرنے کی خاطر کچن میں گئیں تو میں ندیم کے ساتھ اٹھ کر باہر لان پر آگیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آج بہت موڈ میں دکھائی دے رہے ہو' کیا کوئی نیا کیسینو کھولنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں۔" ندیم نے کہا پھر بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمہارے رام دیال صاحب آج مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"اوہ۔ وہ میرے پاس بھی آیا تھا مگر میں نے اسے دھتکار دیا' کمینہ مجھ پر رعب جمانے کی کوشش کررہا تھا۔"

"کرنا بھی چاہیے اس لیے کہ ابھی تک سونے سے بھرا ہوا بریف کیس اور عابد کا وہ تحریری بیان جو اس نے تمہارے خلاف اسمگلنگ کے جرم میں ملوث ہونے کی بابت دیا ہے وہ ابھی تک انسپکٹر رام دیال کی تحویل میں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ شادی کے بعد سے تم موٹی عقل کے ہوتے جارہے ہو۔" ندیم بولا۔ "اتنے اہم ثبوت رام دیال کے قبضے میں موجود ہیں کہ وہ کسی بھی پیشی میں عدالت سے درخواست کرکے تمہارا جسمانی ریمانڈ بھی حاصل کرسکتا ہے۔"

"آج عابد دفتر آیا تھا۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی سے عابد کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو بتاتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے' کیا عابد اگر اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو جائے تو رام دیال نے جو کیس براہ راست میرے خلاف بنانے کی کوشش کی ہے وہ کمزور نہیں پڑے گا۔"

"ممکن ہے پڑ بھی جائے لیکن عابد کے بارے میں بھی سوچا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اس غریب کو بڑی لمبی سزا ہوجائے گی۔ خود کو بچا کر کسی اور کو مصیبت سے دوچار کرنا میرے نزدیک بڑی بزدلی ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"پھر؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں ہی اپنی شرافت کا چولا اتارنا ہوگا۔ اس طرح کام بن سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"ماہ رخ۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے فون کر کے بتایا تھا کہ تم نے بھوشن کے سلسلے میں اس سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"اور کیا کہا تھا اس نے؟"

"تم شاید اسے زیادہ نہیں جانتے۔ وہ بڑی صاف گو عورت ہے‘ اس نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے کام کے عوض وہ تمہاری ذات کی قربانی چاہتی ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف بھوشن کے سلسلے میں بہت موثر ثابت ہوگی بلکہ رام دیال کے کس بل نکالنے میں اس کی آنکھوں کی ایک جنبش ہی بہت ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے کمبل پوش بزرگ کی باتیں یاد کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خواہ حالات میرے خلاف کتنی ہی سنگین صورت کیوں نہ اختیار کرلیں میں ماہ رخ کی خاطر اپنی شرافت کی قربانی نہیں پیش کر سکتا۔ یہ عارفہ کی حق تلفی بھی ہوگی اور۔"

"اور کیا؟"

"انسان کے قدم اگر ایک بار گندی گلی پر پڑ کر رپٹ جائیں تو پھر اس کا سنبھلنا مشکل ہوتا ہے۔"

"سوچ لو۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "اس کا نام بھی ماہ رخ ہے‘ سلیمان شاہ کی بدولت اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہوگئے ہیں‘ ایک مقصد پورا کرنے کی خاطر تم کو اغواء کرالینا اس کے لیے کچھ زیادہ دشوار بھی نہ ہوگا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں موم کا بنا ہوا ہوں جو اس کی گرمی سے پگھل جاؤں گا۔"

"یہ بعد کی بات ہوگی لیکن میں ماہ رخ کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ سلیمان شاہ سے وابستہ نہیں ہوئی تھی‘ اس کی آنکھوں میں ایسا سحر ہے کہ بے جان چیزیں بھی اس کے زد سے نہیں بچ سکتیں۔"

"تم شاید مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے ندیم کو بڑی سنجیدگی سے گھورا۔

"گراہم یاد ہے تمہیں۔ جرائم کی دنیا میں اسے آج بھی آکٹوپس ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن گرشیا نے اسے اپنے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ میں اسی گرشیا کی بات کر رہا ہوں جو ماہ رخ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے‘ ایک بار اس نے بھی تمہیں چکھنے کی خاطر اپنے آدمیوں سے اٹھوالیا تھا‘ اگر لیڈی مکلارنس نے بروقت تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو پھر وہی باتیں ہو سکتی تھیں‘ یا تو گرشیا تمہیں اپنی آنکھوں کے سحر سے تسخیر کر لیتی یا پھر اب تک تمہارے وجود کا کوئی سراغ بھی باقی نہ بچتا۔"

"ناممکن ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ اختیار کیا۔ "دنیا کی کوئی طاقت مجھے جھکنے پر مجبور نہیں کر سکتی‘ میں کسی بھی ایسی صورت میں موت کو زندگی پر ترجیح دینا زیادہ مناسب سمجھوں گا۔"

"گڈ۔" ندیم بے تکلفی سے مسکرایا۔ "میں تمہاری زبان سے یہی جملہ سننا چاہتا تھا۔"

"گویا تم اب تک مجھے پریشان کر رہے تھے۔"

"نہیں۔ کسوٹی پر پرکھ رہا تھا۔" ندیم شرارت آمیز انداز میں مسکرایا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے ابھی تک دریافت نہیں کیا کہ رام دیال اور میرے درمیان کیا گفتگو ہوئی؟"

"اس نے یقیناً تم سے عابد کا پتا پوچھا تھا؟"

"تمہارا اندازہ درست ہے لیکن جانتے ہو میں نے کیا جواب دیا۔"

"کیا؟"

"خاموشی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"میں نے اپنے ملازموں کو صرف اشارہ کیا تھا جنہوں نے رام دیال کو بڑے شگفتہ الفاظ میں سمجھا دیا تھا کہ اگر وہ خیریت چاہتا ہے تو خاموشی سے الٹے قدموں واپس لوٹ جائے۔"

"اور وہ چلا گیا؟"

"ہاں۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔" ندیم نے بے پرواہی سے کہا۔ "شاید وہ میری اور میرے آدمیوں کی طاقت کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا‘ اسی میں اس کی بہتری بھی تھی ورنہ دوسری صورت میں وفادار ملازم اس کی تھوڑی بہت خیر و عافیت ضرور کرتے جس کا مجھے کوئی غم نہ ہوتا۔"

"برا ہوا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اب وہ اور خطرناک ہو جائے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں‘ اس لیے کہ جب تک مقابلہ برابر کا نہ ہو کھیل میں لطف نہیں آتا‘ اس کے علاوہ ایک نفسیاتی وجہ اور بھی تھی؟"

"وہ کیا؟"

"انسان فطرتاً اتنا برا نہیں ہوتا جتنا حالات اسے بنا دیتے ہیں اور ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب انسان یا تو اندر سے کمزور ہو یا پھر اپنی حد سے تجاوز کر کے حماقت انگیز حرکتیں شروع کر دے۔" ندیم نے بدستور بے پرواہی سے جواب دیا۔ "رام دیال کے ساتھ دوسری صورت پیش آئے گی۔ وہ بڑے اشتعال

انگیز حالت میں کیسینو سے نکلا تھا‘ اس کے دو ماتحتوں کے سامنے اس کی بے عزتی ہوئی تھی اور اب مجھے پورا یقین ہے کہ مجھ سے انتقام لینے کی خاطر کوئی نہ کوئی قدم بہت جلد بازی میں اٹھانے کی حماقت کرے گا۔ میرا تجربہ ہے کہ جو قدم جذبات کی رو میں بہک کر یا انتہائی جلد بازی میں اٹھائے جائیں وہ دوسرے فریق کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ پہلی فرصت میں اس بات کی کوشش کرے گا کہ عابد کی ضمانت منسوخ کرادے۔"

"پھر اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"تمہیں شاید پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "انسان موت سے بچنے کی خاطر اکثر ان ناکردہ گناہوں کو بھی تسلیم کر لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ایک بار اگر رام دیال عابد کا ریمانڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس کی پوزیشن ہمارے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔"

"وہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"تم اس قدر یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ رام دیال نے کہا تھا کہ اگر تم اسے پچیس لاکھ کی رقم پیش کردو تو وہ سارے مقدمات ختم بھی کر سکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "غالباً اسی وجہ سے رام دیال نے عابد کا بیان کسی مجسٹریٹ کے روبرو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"لیکن اب وہ ہم سے کسی قسم کی سودے بازی کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے کہا۔ "تم نے شاید اس کے ماتحتوں کے سامنے اس کی بے عزتی کر کے اچھا نہیں کیا‘ میں جانتا ہوں کہ جب کوئی آفیسر کسی سے بدلہ لینے کی ٹھان لے تو پھر وہ ہزاروں طریقے اختیار کر سکتا ہے۔"

"بہرحال۔ تیر تو اب کمان سے نکل چکا ہے۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا تم ذاتی طور پر ماہ رخ کے اثر و رسوخ کو استعمال نہیں کر سکتے؟"

"مثلاً۔"

"رام دیال کا تبادلہ اور سراج کی دوبارہ اپنی کرسی پر واپسی۔"

"فرق کیا پڑے گا؟" ندیم نے کہا۔ "جو ثبوت پولیس کی فائل پر آچکے ہیں وہ ختم تو نہیں کیے جا سکتے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ملازم نے آکر مجھے فون کی اطلاع دی‘ میں اس کے ساتھ ہی اٹھ کر اندر چلا گیا‘ ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو... دوسری جانب سے موہنی کی منحوس آواز آئی۔

"کیسے ہو شہباز خان۔ سنا ہے کہ تمہارا کوئی سیو کے؟"

"فون کرنے کا مقصد بیان کرو؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے نفرت سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ موہنی کی شکتی اپرم پار ہے‘ اگر تم اس کے چرنوں پر سر رکھ کر دیا کی بنتی کرو تو میں تمہاری سہائتا بھی کر سکتی ہوں پرنتو اس کے لیے بھی تمہیں میری شرط ماننی پڑے گی۔"

"کیا؟"

"میں کیول یہ جاننا چاہتی ہوں کہ عارفہ کا کیا بنا۔ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے؟"

"میں تمہیں اس کا جواب دے سکتا ہوں لیکن میری بھی ایک شرط ہوگی؟" میں سوچتے ہوئے بولا۔

"وہ کیا؟"

"مجھے یہ بتادو کہ تمہارے اور کالکا کے درمیان کیا سمبندھ ہے؟"

"تم ابھی تک اپنی کالکا رانی کو نہیں بھولے؟" موہنی نے نفرت سے جواب دیا۔ "چنتا مت کرو‘ تمہاری کالکا کا انجام بھی اب خراب ہونے میں زیادہ سمے باقی نہیں رہ گیا۔ میں دیکھوں گی کہ وہ تمہاری کیا سہائتا کر سکتی ہے۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا‘ میں نے ریسیور رکھ دیا پھر بڑی سنجیدگی سے ایک اہم پہلو پر غور کرنے لگا۔

اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ لیڈی مکلارنس نے خواب میں مجھے کالکا کے بارے میں جو باتیں بتائی تھیں وہ صحیح تھیں؟

"کس کا فون تھا؟"

"موہنی کا۔" میں نے ندیم کی آواز سن کر چونکتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں‘ وہ کہہ رہی تھی کہ اگر میں اس کے قدموں میں جھکنے پر آمادہ ہو جاؤں تو وہ بدبخت مجھے معاف بھی کر سکتی ہے۔"

"پھر تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ موہنی‘ کالکا اور لیڈی مکلارنس ایک ہی شخصیت کے تین روپ ہیں جو مجھے بھٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اس خیال کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی؟"

جواب میں‘ میں نے لیڈی مکلارنس سے خواب میں ہونے والی تمام گفتگو ندیم کے سامنے دہرا دی۔ وہ بڑی توجہ سے میری باتیں سنتا رہا پھر کچھ دیر تک کسی گہری سوچ میں غرق رہنے کے بعد بولا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم لیڈی مکلارنس کو موہنی‘ کالکا یا کومل کی ذات سے علیحدہ ہی رکھو۔"

aazzamm@yahoo.com

"کیا مطلب؟" میں نے ندیم کو غور سے دیکھا۔

"میں لیڈی ملکارنس کو اس وقت سے جانتا ہوں جب تم نے پولیس کی ملازمت اختیار نہیں کی تھی۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لندن میں اس کی پراسرار شخصیت کسی خطرناک جادوگرنی سے کچھ زیادہ ہی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ ملکارنس کی موت کا سبب اسی کو سمجھا جارہا ہے۔ لندن پولیس کے مختلف شعبے ایک طویل عرصے سے اس کے خلاف کسی اہم ثبوت کی تلاش میں سرمار رہے ہیں لیکن آج تک انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال میں تمہیں یہ باور کرانا چاہ رہا ہوں کہ کاکا، کومل ورما اور موہنی کی پراسرار شخصیتیں شنکر کے بعد تمہارے تعاقب میں لگی ہیں۔ اس وقت سے جب تم روپ نگر میں تعینات ہوئے تھے اور میں لیڈی ملکارنس کے چرچے اس سے بہت پہلے سے سن رہا ہوں۔"

"کیا تم براہ راست بھی کبھی اس خمیدہ ناک والی عورت سے ملے ہو؟"

"نہیں۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میں اس بات کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے آج تک بھی کسی تیس سال سے زیادہ عمر کی عورت کے ساتھ ملاقات کرنے کی حماقت نہیں کی۔"

"ماہ رخ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"اس کی عمر بلاشبہ اس وقت تیس سے تجاوز کر چکی ہے لیکن پہلی بار میں اس سے جب ملا تھا اس وقت وہ چھبیس سال سے زیادہ کی نہیں تھی۔"

"اس قسم کے دعوے کرتے وقت تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔"

"وہ بھی چونکہ مونث ہے اس لیے کبھی کبھار بھولے بھٹکے آجاتی ہے لیکن میں نے اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دی۔"

"بہت ذہین واقع ہوئے ہو۔"

"تم اسے میری صاف گوئی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"کیا نسیم کو تمہارے ماضی کے بارے میں علم ہے؟"

"پتا نہیں ویسے ہم نے آج تک بھی کسی کے ماضی کو کریدنے کی کوشش نہیں کی اور ہونا بھی یہی چاہیے۔" ندیم نے کہا۔ "دانش ور بھی اس رائے پر متفق ہیں کہ شادی کے بعد دونوں فریق ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں چنانچہ پرانی زندگی کے بارے میں سوچنا کسی زاویے سے بھی مناسب نہیں ہوتا۔"

"گویا تم نے فلسفے کے بارے میں خاصا کچھ پڑھ رکھا ہے۔"

"قطعاً نہیں۔" ندیم نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے آج تک بھی فلسفے کی کتاب کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ شاید اس لیے کہ انسان کی روزمرہ کی زندگی، اس کے روز و شب اور اس کی ایک ایک حرکات و سکنات بذات خود ایک فلسفہ ہیں۔ انسان اگر اس فلسفے کو سمجھنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اسے کتابی فلسفے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔"

"لیڈی ملکارنس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے دوبارہ اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ کاکا کو اپنی پراسرار قوتوں کے جال میں پھانس سکتی ہے؟"

"ناممکن بھی نہیں ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے ایک بات جو لیڈی ملکارنس کے بارے میں خاص طور پر مشہور ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں جتنی باتوں کی پیش گوئی کی ہے وہ آج تک حرف بہ حرف درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔ لوگ شاید اسی لیے اس کے قریب جاتے ہوئے کتراتے ہیں۔"

"کیا تم بھی علم نجوم، دست شناسی اور پیش گوئیاں کرنے والوں کو مانتے ہو؟"

"ماننا نہ ماننا ایک علیحدہ بات ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں اس بات سے بھی واقف ہوں کہ جادو برحق ہے لیکن اسے کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ انسان کو سوائے خدا کی ذات کے کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے لیکن تم دوسرے مذہبوں کے بارے میں ٹانگ نہیں اڑا سکتے۔ اپنے اپنے اعتقاد اور مذہبی باتوں پر عمل کرنا ہر فرقے کا اپنا بنیادی حق ہے۔ کچھ لوگ خود ساختہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں، کچھ آتش پرست ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو دیوی دیوتاؤں کو اپنا خدا مانتے ہیں، کچھ لوگ حشرات الارض کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں، کوئی سورج کے آگے سجدہ ریز رہتا ہے اور کوئی بے جان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے۔ اسلام نے ہمیں تبلیغ کی اجازت ضرور دی ہے لیکن میانہ روی کے دائرے میں رہ کر۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا جو شخص حلقہ بگوش اسلام ہونے پر آمادہ نہ ہو تم اسے نیزے کی نوک پر ہوا میں بلند کر کے اپنی کامیابی کا جشن مناتے پھرو۔"

"آج پہلی بار تمہیں اپنے رنگ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"ابھی تم نے رنگ روپ دیکھے ہی کہاں ہیں؟" ندیم نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "کسی سو سالہ سانپ کی طرح میں بھی کینچلی بدلتے رہنا زندگی کی ضمانت سمجھتا ہوں۔ ایک ہی رنگ کو دیکھتے دیکھتے دل اکتانے لگتا ہے۔"

"خوبصورت بات کہی تم نے کیا تم اسے فلسفہ نہیں کہو گے؟"

"شاید۔" ندیم نے شانے اچکائے پھر سنجیدگی سے بولا۔

"لیڈی ملکارنس کے بارے میں ایک بات یاد رکھنا۔ وہ سفید چمڑی کی عورت ہے اور سفید چمڑی بھی میرے نزدیک دوغلے پن کی علامت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"کاکا کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا وہ یقیناً درست ہوگا لیکن تمہاری ذات میں دلچسپی لینا۔ اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوگا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ لیڈی ملکارنس کے سلسلے میں تمہیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"رام دیال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"کس سلسلے میں؟"

"عابد کے بارے میں اس کا اگلا قدم کیا ہو سکتا ہے؟"

"کوئی نئی حماقت۔" ندیم نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں قانون کی بساط کا کوئی معروف کھلاڑی نہیں ہوں پھر بھی اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کوئی قابل گرفت ناجائز تجارت کی شے اگر انسان کے اپنے گھر سے برآمد ہو تو اسے مورد الزام سمجھا جا سکتا ہے لیکن وہ اگر کسی اور کی تحویل میں ہو اور گھر سے باہر پکڑی جائے تو اسے کسی دوسرے کے کھاتے میں زبردستی نہیں ڈالا جا سکتا۔ سونے سے بھرا ہوا بریف کیس عابد کی تحویل سے اس وقت برآمد کیا گیا ہے جب وہ تمہارے دفتر سے کوسوں دور تھا۔ ایسی صورت میں رام دیال تمہیں اس کیس میں ملوث تو کر سکتا ہے لیکن قانون کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ تمہیں بھی سزاوار سمجھے۔"

"اور عابد کا وہ بیان۔ جس میں خاص طور پر مجھے ملوث کیا گیا ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"بھنور میں پھنس کر ڈوبتا ہوا شخص اکثر اتنا خود غرض ہو جاتا ہے کہ بچانے والے کو بھی ساتھ لے ڈوبتا ہے۔ عابد کا بیان بھی اسی مثال کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"پھر عابد کا کیا بنے گا؟" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ "کیا طاغوتی قوتیں اسے شکار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی؟"

"قبل از وقت حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے قانونی مشیر سے عابد کے سلسلے میں مشورہ کر لینا چاہیے۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں اپنے وکیل سے عابد کے سلسلے میں تفصیلی بات کر چکا ہوں۔"

"اس کا کیا خیال ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"قبل از وقت کوئی یقینی بات نہیں کی جا سکتی۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیس عدالت میں جانے [illegible] دفاع کی کوئی لائن مقرر کی جا سکتی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ عابد کو ناپاک اور سفلی طاقتوں نے مجھے کمزور کرنے کی خاطر اپنا نشانہ بنایا ہے۔ وہ قطعی طور پر بے گناہ تھا اور میں طے کر چکا تھا کہ اسے ہر قیمت پر بچانے کی کوشش کروں گا خواہ اس کے لیے مجھے انتہائی اقدام کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں ابھی اپنے خیال میں مستغرق تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے اس طرح لپک کر ریسیور اٹھا لیا جیسے اسے کسی کے فون کا انتظار ہو۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگانے لگا کچھ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد اس نے ریسیور کو کریڈل پر واپس رکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"کس کا فون تھا؟"

"ماسٹر کی کال۔"

"کوئی اہم بات؟"

"ہاں۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہارے رام دیال صاحب نے عابد کی ضمانت منسوخ کرانے کی خاطر ایک سشن جج مسٹر کھنہ سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن انہیں کامیابی نہیں ہو سکی۔"

"لیکن؟"

"زیادہ سوالات سے پرہیز کی عادت اختیار کرو۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔" ندیم نے عجیب انداز میں کہا۔ "فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ میں نے ماسٹر کو رام دیال کے پیچھے سائے کی طرح لگا رکھا ہے اور اگر رام دیال سیدھی طرح راہ راست پر نہ آیا تو پھر ماسٹر کو موقع محل کے اعتبار سے ہر قسم کی جوابی کارروائی کا پورا پورا اختیار ہوگا۔"

"مجھے تمہارے ماسٹر کی صلاحیتوں کا اعتراف ہے لیکن قانونی نکتہ نگاہ سے اگر رام دیال کو جو عابد کے کیس میں تفتیشی افسر ہے کوئی جسمانی نقصان پہنچا تو ہماری پوزیشن قانون کی نگاہوں میں مشکوک بھی قرار دی جا سکتی ہے۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ اس وقت یہاں بیٹھا تمہارے ساتھ مغز پچی کر رہا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ نسیم خواب گاہ میں ٹہل ٹہل کر میرا انتظار کر رہی ہو۔" ندیم نے کہا پھر انگڑائی لیتا ہوا اٹھا اور اپنی اور اپنی خواب گاہ کی سمت چلا گیا۔

ندیم کے جانے کے بعد بھی میں اس کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا جو پلید قوتوں نے میرے خلاف تیار کیا تھا پھر میرے ذہن میں کاکا کا لفظ ابھر آیا۔ لیڈی ملکارنس کا بیان تھا کہ موہنی اور کاکا ایک ہی آتما کے دو روپ ہیں جبکہ گزرے ہوئے واقعات اور حادثات اس خیال کی نفی کرتے تھے۔

aazzamm@yahoo.com

میرے مکان کو موہنی کے اشارے پر نذر آتش کیا گیا تھا۔ وہ میرے والد کی پراسرار موت کے بعد میری بے گناہ ماں کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر کرنا چاہتی تھی۔ اس کا اعتراف خود موہنی کی بد روح نے کیا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ کالکا نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اس نے بروقت میری ماں کو اگر گھر سے نکلنے کا اشارہ نہ کیا ہوتا تو وہ جل کر بھسم ہو چکی ہوتی۔

کیا سچ تھا اور کیا جھوٹ؟ یہ سوال میرے ذہن کو پریشان کر رہا تھا۔ اگر موہنی کے روپ میں میرے گھر کو نذر آتش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ مجھے ماں کے سائے سے محروم کر دیا جائے تو پھر کالکا کے روپ میں میری ماں کو کس مقصد کے تحت بچایا گیا تھا؟ اگر طاغوتی قوتیں میرے ساتھ محض چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی تھیں تو پھر والد کی موت سے انہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ میری ماں کی طرح میرے والد کو بھی مرنے سے بچایا جا سکتا تھا لیکن اس وقت ایسا نہیں ہوا تھا۔

لیڈی مکلارنس اگر میری ہمدرد ہوتی تو وہ والد کی موت کے سلسلے میں بھی موہنی یا کالکا کی طاقتوں کی کاٹ کر سکتی تھی؟ عابد کی گرفتاری کے بعد ہی اسے یہ خیال کیوں ہوا تھا کہ مجھے کالکا اور موہنی کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے؟ وہ اس کا اظہار میرے والد کی موت سے قبل بھی کر سکتی تھی؟ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ کالکا کی مورتی اس کی لائبریری کی زینت بن چکی ہے لیکن وہ ایک ذرا سی غلطی کے سبب کالکا کی آتما کو اس کی مورتی میں قید کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی؟ اگر اس کی پیش گوئیاں بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تھیں اور اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ثابت ہوتی تھی تو پھر اس سے کالکا کو قابو کرنے میں غلطی کیوں کر ہوئی؟ میرے ذہن میں مختلف سوالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ روپ نگر سے لے کر عابد کی گرفتاری تک کالکا نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی تھی اگر وہ مجھے مارنا چاہتی تو بہت پہلے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی تھی؟ پنڈت جسی دھر کے بارے میں بھی کالکا ہی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ پہاڑوں کی غار میں بیٹھا اس کی تمام تر قوتوں کو تسخیر کرنے کی خاطر جنتر منتر کا جاپ کر رہا ہے۔ وہ چاہتی تو مجھے اس وقت بھی نشانہ بنا سکتی تھی جب میں پنڈت جسی دھر کو اس کے منڈل سے نکالنے کی حماقت کرنے کی خاطر غار تک پہنچ گیا تھا۔ اس وقت کمبل پوش بزرگ نے میری مدد کی تھی۔

موہنی اور کومل ورما بہت بعد کی پیداوار تھیں۔ کالکا اگر مجھے اپنے فریب حسن کا شکار کرنا چاہتی تھی تو وہ اپنے روپ میں بھی بہت کچھ کامیابی سرانجام دے سکتی تھی۔ اسے موہنی اور کومل ورما کو سامنے لانے کی کیا ضرورت تھی؟ شنکر کو بھی میری نگاہوں کے سامنے کالکا نے زہریلی ناگن بن کر ڈس لیا تھا۔ کیا وہ سب کچھ ایک فریب تھا؟ کالکا کی دریافت بھی شنکر نے اپنے سفلی علم کی وجہ سے کی تھی۔ وہ چاہتا تو کالکا کو ہمیشہ مورتی ہی کی شکل میں اس دلدل میں پڑا رہنے دیتا جہاں سے اس کے اشارے پر میں نے اسے برآمد کیا تھا۔ کیا وہ سب کچھ بھی فریب تھا؟

میرا ذہن کسی آخری نتیجے پر پہنچنے سے قاصر تھا۔ لیڈی مکلارنس نے موہنی اور کالکا کو ایک ہی شخصیت کے دو پہلو بتا کر میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔ میں اس گتھی کو جس قدر سلجھانے کی کوشش کرتا اتنا ہی اور الجھتا جاتا پھر اچانک میرے دماغ میں ایک خیال ابھرا۔ میں نے کالکا کو تصور کی زبان سے آواز دی۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی کالکا رانی کو ضرور یاد کرو گے۔" کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"پھر تو تمہیں شاید یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں نے تمہیں کیوں یاد کیا ہے؟"

"میں تمہارے من کے اندر نہیں جھانک سکتی پرنتو میرا خیال ہے کہ تمہیں عابد کا دکھ ہو رہا ہے۔"

"کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرو گی؟"

"نہیں۔ ابھی میں موہنی سے پنجے نہیں لڑا سکتی مگر تمہیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"عابد کو بچانے کی خاطر اپنے من پر کوئی بوجھ ڈالنے کی کوشش مت کرو۔ چین سے بیٹھے تماشا دیکھتے رہو۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ مہان شکتیاں جو تمہاری سہائتا کر رہی ہیں وہی عابد کو بھی سزا ہونے سے بچالیں گی۔"

"تم اس قدر یقین سے کس طرح کیسے کہہ سکتی ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"ایک بات پوچھوں شہباز؟"

"کیا؟"

"کیا تمہیں اپنی کالکا پر وشواس نہیں رہا؟"

"حالات نے مجھے الجھا دیا ہے۔" میں نے دیدہ و دانستہ پریشان کن لہجہ اختیار کیا۔ "موہنی مجھے چین کی سانس نہیں لینے دے رہی ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ وہ تمہارے چاروں اور کیا جال بن رہی ہے۔"

"تمہیں یاد ہے کالکا' ایک بار میں تمہاری خاطر جان ہتھیلی پر رکھ کر پنڈت جسی دھر سے ٹکرانے نکل کھڑا ہوا تھا۔"

"ہاں۔ کالکا تمہارے اس اپکار کو نہیں بھول سکتی۔"

"اب تمہاری باری ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "موہنی کو میرے راستے سے ہٹا دو۔"

"میں تمہارے دکھ کو سمجھ رہی ہوں پرنتو ابھی تمہاری کالکا موہنی سے نہیں ٹکرا سکتی۔"

"ٹالنے کی کوشش مت کرو کالکا رانی۔" میں نے زہرخند سے کہا۔ "تم چاہو تو کھل کر میری مدد کرنے سے انکار کر سکتی ہو۔"

"آج تم بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔" کالکا نے پوچھا۔ "کیا تمہارے من کے اندر میری طرف سے کوئی کھوٹ آگیا ہے؟"

"ایک بات پوچھوں کالکا؟"

"پوچھو۔"

"تمہارا اور موہنی کا آپس میں کیا سمبندھ ہے؟" میں نے اس بار اکھڑا لہجہ اختیار کیا۔

"میں سمجھی نہیں۔" کالکا کے لہجے میں تجسس تھا۔

"میں نے کوئی مشکل سوال نہیں کیا۔ صرف تمہارا اور موہنی کا تعلق پوچھا ہے۔"

"تمہیں کس بات نے پریشان کر رکھا ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی جواب نہیں دیا گیا لیکن کچھ توقف کے بعد کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میرے اوپر ایک اپکار کرو گے شہباز؟"

"آپ کیا چاہتی ہو؟"

"کیول اتنا کہ تم مجھے اس دشٹ کا نام بتا دو جس نے تمہارے دل میں میری اور سے میل ڈالنے کی کوشش کی ہے؟"

"وہ بھی پنڈت جسی دھر کی طرح کوئی مہان شکتی ہے جو تمہیں اپنے قبضے میں کرنا چاہتی ہے۔" میں نے ڈھکے چھپے انداز میں جواب دیا۔ "کیا اب تمہارے اندر اتنی طاقت بھی نہیں رہی کہ تم اس کا کھوج لگا سکو؟"

"شہباز' کیا تم کالکا کی شکتی کو آزمانا چاہتے ہو؟" اس بار اس نے قدرے تیکھے لہجے میں کہا۔ "تم نے وہ کہاوت ضرور سنی ہو گی کہ ہاتھی مرنے کے بعد بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ دیوی دیوتاؤں نے میری کچھ شکتی ضرور کم کر دی ہے لیکن اتنی بھی نہیں کہ اپنے دشمن کو نہ پہچان سکوں۔"

"پھر کیا سوچا ہے تم نے موہنی کے بارے میں؟" میں نے اس کی بات کی صداقت معلوم کرنے کی خاطر پوچھا۔

"وہ موہنی نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور ہے۔"

"اور کون ہو سکتا ہے؟"

"تمہاری باتوں نے میرے راستے کے اندھیرے دور کر دیے ہیں شہباز۔" کالکا نے جواب دیا۔ "میں سمجھ گئی کہ اس دھرتی پر کالکا کی شکتی کو اپنے قبضے میں کرنے کے سپنے کون دیکھ سکتا ہے؟"

"کون ہو سکتا ہے؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"طوطے جیسے ناک والی وہی سفید چمڑی والی گندی عورت جس نے دو چار چمتکار سیکھ کر لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔ کیوں شہباز' کیا تمہاری کالکا نے اپنے دشمن کو پہچاننے میں غلطی تو نہیں کی؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے بہت جلد اپنے دشمن کا سراغ لگا لیا۔"

"اسی نے تمہارے من میں میرے خلاف کھوٹ ڈالنے کی کوشش بھی کی ہو گی؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اس کا دعویٰ ہے کہ تمہاری مورتی اس کے قبضے میں ہے اور وہ بہت جلد تمہاری آتما کو بھی۔"

"اچھا کیا جو تم نے مجھے کوئی برا سے آنے سے پہلے ہی سب کچھ بتا دیا۔" کالکا کے لہجے میں کسی ناگن کی پھنکار تھی۔ "میں اب جا رہی ہوں پرنتو میری ایک بات یاد رکھنا۔ پنڈت جسی دھر کی بات اور تھی اگر تم نے اسے میرے کارن منڈل سے نکالنے کا خطرہ مول لیا ہوتا تو وہ مجھے اپنے قبضے میں کرنے میں اوش کامیاب ہو جاتا۔ وہ بڑا مہان تھا مجھ سے بھی زیادہ' لیکن وہ بڑھیا! میں دیکھتی ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"تم نے عابد کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ نردوش ہے اس لیے اسے کچھ نہیں ہو گا۔"

"لیکن۔"

"میں بہت جلدی میں ہوں شہباز' اگر وہ ہاتھ سے نکل گیا تو بہت نقصان ہو گا۔"

پھر میں نے کالکا کو کئی بار آواز دی لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کی باتوں نے مجھے پہلے سے کچھ زیادہ الجھا دیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر موہنی' کالکا' اور لیڈی مکلارنس کی تکون میں پھنس کر چکرانے لگا۔

☆

دوسری صبح میں دفتر میں داخل ہوا تو وہاں پانچ نقاب پوش پہلے ہی سے میرے منتظر تھے۔ اتفاق ہی تھا جو میں نے اپنے گارڈز کی عدم موجودگی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی ورنہ شاید خطرے کی بو سونگھ لیتا۔

ان پانچوں نے محفوظ پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ میں حسب معمول قدم بڑھاتا اپنی میز تک چلا گیا لیکن پھر یکلخت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ان پانچوں نے بڑی سرعت سے مجھے اپنے نرغے میں لے لیا۔ نقاب کے اندر سے

aazzamm@yahoo.com

ان کی جھانکتی ہوئی نظریں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ ان سب کا تعلق جرائم کی دنیا سے بہت گہرا ہے۔ وہ بڑے مطمئن نظر آ رہے تھے شاید ان کے باقی ساتھیوں نے میرے آفس کے دوسرے اسٹاف ممبروں کو قابو کر رکھا تھا۔ "تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" ان میں سے ایک نے جو چھریرے بدن کا مالک تھا مجھے بڑے سرد لہجے میں حکم دیا۔ "کسی قسم کے دنگا فساد سے پرہیزی کرنا ورنہ ہم تمہیں زندہ نہیں تو پھر مردہ ہی لے جائیں گے۔"

"کون ہو تم لوگ؟" میں نے اپنی بکھرتی سانسوں کو سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

"یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔" اس نے میری بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ ہمارے ساتھیوں نے تمہارے دفتر سے لے کر باہر تک ہر جگہ مورچے سنبھال رکھے ہیں۔ تمہاری ایک معمولی سی حماقت بھی تمہارے جسم سے تمہاری روح کا تعلق ختم کر سکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم لوگ یہاں کسی نیک مقصد کے لیے نہیں آئے ہو گے۔"

"تم ہی سمجھدار معلوم ہوتے ہو۔"

"مجھے تمہارے ساتھ کہاں چلنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"جہاں ہم چاہیں گے۔" اسی چھریرے بدن والے نے جواب دیا اس کے باقی چار ساتھی بدستور اپنی پوزیشن سنبھالے میرے اوپر رائفلیں تانے خاموش کھڑے تھے۔

"مجھے ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم جس مقصد سے آئے ہو وہ یہاں بھی پورا کر سکتے ہو۔ کوئی لمبا کھڑاگ کھڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔" اس نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اگر ہمارا مقصد صرف تمہیں ٹھکانے لگانا ہوتا تو ہم اسی وقت تمہیں زندگی کے تمام دکھوں سے آزاد کر دیتے جب تم نے پارکنگ لاٹ میں اپنا پہلا قدم گاڑی سے نیچے رکھا تھا لیکن ہمیں اس کا حکم نہیں ہے۔ ہم تمہیں زندہ ساتھ لے جانا پسند کریں گے لیکن تمہاری طرف سے اگر کوئی مزاحمت ہوئی تو ہمیں اس بات کی اجازت بھی حاصل ہے کہ تمہیں بلا ٹکٹ ایک لمبے سفر پر روانہ کر دیں۔"

"بہت خوب۔ گویا تم سب اجرتی قاتل یا دہشت گرد ہو جو کسی اور کے حکم پر عمل کر رہے ہو۔"

"میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔"

"مجھے اغوا کرنے کی خاطر تمہیں کتنی رقم کی آفر ملی ہے؟"

"بہرام اور خان جابر یاد ہیں تمہیں؟" اس بار چھریرے بدن والے کے بائیں جانب کھڑے ہوئے شخص نے بڑی حقارت سے کہا۔ "ہم بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے تم ہمیں خریدنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"شبرو۔" چھریرے بدن والا اپنے ساتھی پر غرایا۔ "میں نے تمہیں زبان بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اب میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کس کے اشارے پر یہاں آئے ہو۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ ہمارے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔"

"مجھے اغوا کرنے سے تمہیں یا تمہارے باس مسٹر بھوشن کو کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہ سوچنا ہمارا کام نہیں ہے۔" چھریرے بدن والے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم اس سے واقف ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"ہمیں تمہیں اس وقت تک اپنا مہمان رکھنے کا حکم ملا ہے جب تک عدالت سے مسٹر عابد کا کیس نپٹ نہیں جاتا۔ تمہاری حیثیت ہمارے لیے کسی معزز مہمان سے کم نہیں ہوگی۔ ہم تمہیں ہر قسم کا آرام پہنچانے کی کوشش کریں گے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا کہ تم ہماری شرافت کی زبان سمجھنے کی کوشش کرو دوسری شکل میں ہمیں مجبوراً تمہارے ساتھ کوئی ناروا سلوک کرنا پڑے گا۔"

"بھوشن کا خیال غلط ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے اغوا کرانے کے بعد بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا۔"

"یہ سوچنا ہمارا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"میں اپنی گاڑی میں چلوں گا۔ تم چاہو تو اپنے دو تین ساتھیوں کو بھی میرے ساتھ سفر کرنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ مجھے کوئی انکار نہیں ہوگا۔"

"نہیں۔ تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

میرے پاس سوائے ان کے حکم کی تعمیل کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے بغلی ہولسٹر میں میرا خاموش طبع آٹومیٹک موجود تھا لیکن اس کو خود کار اسلحہ کے مقابلے پر استعمال کرنا موت کو دعوت دینے ہی کے مترادف تھا۔

اچانک مجھے تانگیر یاد آ گیا۔ پانڈے کے آفس میں اس نے بھی مجھے گولی مارنے کی خاطر ریوالور نکال لیا تھا لیکن پھر اس غیبی قوت نے اسے میرے اشارے پر عمل کرنے کو مجبور کر دیا تھا جو مجھے کمبل پوش بزرگ نے عنایت کی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسی طاقت کے استعمال کے بارے میں غور کیا پھر چھریرے بدن والے کی آنکھوں میں پوری توجہ سے جھانکا مجھے اس وقت خود اپنے وجود کے اندر بھی لاوا ابلتا محسوس ہو رہا تھا جو صرف پانچ اجرتی قاتلوں کو تو کیا کسی آباد بستی کو بھی پوری طرح نیست و نابود کر سکتا تھا۔

میرے اندر غیبی قوتیں بیدار ہوئیں تو چھریرے بدن والے کے قدم لڑکھڑانے لگے اس کے چاروں ساتھی بھی اپنی جگہ کسی بے جان بت کی طرح بے حس و حرکت نظر آنے لگے وہ پوری طرح تسخیر ہو چکے تھے میرے اندر انتقامی جذبے کے شعلے ابل رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ چھریرے جسم والے کو حکم دوں کہ وہ اپنے باقی چاروں ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دے ان کے بدن گولیوں سے چھلنی کر دے پھر اپنے ناپاک وجود سے بھی اپنی سانسوں کا رشتہ ہمیشہ کے لیے توڑ دے۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر اس کی نگاہوں میں جھانک رہا تھا۔ ان کی بے بسی قابل دید تھی۔ چند لمحے پیشتر وہ کسی بھرے بادل کی طرح گھن گرج رہا تھا لیکن اب مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ بھوشن کے لیے خان جابر کے بعد ان پانچ نقاب پوشوں کی لاش کا تحفہ بھی خاصا پریشان کن ثابت ہو سکتا تھا۔ تحکمانہ الفاظ میری زبان کی نوک تک آئے تھے کہ اچانک اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے اس نیک دل شخص کی آواز میرے کانوں میں گونجی جسے سفید ریش بزرگ نے میری حفاظت پر مامور کیا تھا۔

"سنبھلو میرے عزیز، تم غلط راستے کی طرف جا رہے ہو۔"

"لیکن۔" میں نے دل ہی دل میں کچھ کہنے کا خیال کیا لیکن میری بات کاٹ دی گئی۔

"پیر و مرشد نے جو تمہیں قوتیں عطا کی ہیں ان کا ناجائز استعمال کرو گے تو دشواریوں میں پھنس جاؤ گے۔"

"تو کیا خود کو موت کے حوالے کر دوں۔"

"نہیں۔ اس کی ذات پر بھروسا کرو۔ موت اور زندگی کے فیصلے اس کی طاقت کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"اور جو یہ آئے دن قتل و غارت گری کا بازار گرم رہتا ہے؟"

"اس میں بھی اس باری تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہے۔ وہ جو برائیوں کے راستے پر چلتے ہیں ان کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے اور یہ بات ہے کہ قدرت کچھ دنوں کے لیے ان کی رسی دراز کر دیتی ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟" میں نے بے بسی سے سوال کیا۔

"خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ وہ جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔"

"میرے محترم، کیا آپ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟"

"پریشان مت ہو میرے عزیز۔ جو باتیں اور فیصلے لوح محفوظ پر رقم کر دیے جاتے ہیں وہ اٹل ہوتے ہیں۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ مارنے والے سے بچانے والا طاقتور ہوتا ہے۔"

میں نے اپنی نگاہیں چھریرے بدن والے کی نگاہوں سے ہٹالیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ دوبارہ حرکت میں آ گئے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔" اس کا لہجہ پھر سفاک ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے تمہاری پیش کش قبول کر لینی چاہیے۔ بھوشن کا مہمان بننا میرے لیے باعث فخر ہوگا۔"

"دور اندیشی کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے ان کے ساتھ ہو لیا۔ دفتر سے روانگی سے قبل انھیں میری تلاشی لینی چاہیے تھی۔ یہ ایک فطری عمل ہوتا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ شاید انھیں اپنے اوپر ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اعتماد تھا ویسے بھی میرا ایک آٹومیٹک بیک وقت پانچ مسلح آدمیوں کے خلاف کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔

واپسی کے لیے انھوں نے عقبی راستہ اختیار کیا جو زیادہ تر ملازموں کے کام آتا تھا۔ غالباً وہ اسی راستے سے آئے تھے مجھے پچھلے دروازے کے قریب ہی اپنا سیکورٹی گارڈ نظر آیا جو دیوار سے ٹیک لگائے ایک کرسی پر محو خواب تھا۔ اس کی رائفل اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان موجود تھی۔

"کیا تم نے اس غریب کو مار ڈالا ہے؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں، یہ زندہ ہے البتہ اسے دوبارہ ہوش میں آنے کے لیے ابھی مزید دو گھنٹے تک اسی پوزیشن میں رہنا پڑے گا۔"

عقبی گول زینوں سے اترتے وقت ان کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ دو نقاب پوش آگے تھے ان کے بعد میں تھا اور میری پشت پر تین نقاب پوش تھے۔ چھریرے بدن والا کسی خاص مصلحت کی بنا پر سب سے پیچھے تھا۔ ہم زینہ طے کرتے ہوئے نیچے آ گئے۔ حسب معمول اس حصے کی طرف اس وقت سناٹا ہی تھا۔ ملازموں کی آمد و رفت عموماً دوپہر کے بعد ہی شروع ہوتی تھی۔

"میں ایک بار پھر تمہیں تاکید کر رہا ہوں کہ کسی قسم کی چالاکی دکھانے کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ ہنگامی حالات پیدا ہونے کی صورت میں ہم تمہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کا فیصلہ محفوظ رکھتے ہیں۔" چھریرے بدن والے نے تیزی سے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے مجھے وارننگ دی تھی وہ اس پر عمل بھی کر سکتا تھا۔ میں نے اس کی

aazzamm@yahoo.com

بات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔

"نمبر دو۔" مجھے وارننگ دینے کے بعد وہ اپنے اسی ساتھی سے مخاطب ہوا جس نے بہرام اور خان جابر کا حوالہ دیا تھا۔ "تم گاڑی سیون کو اشارے سے کہو کہ گاڑی اسی طرف لے آئے۔"

نمبر دو اثبات میں سر کو جنبش دیتا ہوا آگے بڑھ کر داہنی جانب مڑ گیا۔ دو منٹ بعد ہی گہرے سرخ رنگ کی ایک کار داہنی جانب سے نمودار ہوئی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف تھا۔ سرخ کار میں بھی ڈرائیور کے علاوہ ایک شخص اور موجود تھا۔ وہ بھی نقاب پوش ہی تھے۔ چھریرے بدن والے نے مجھے رائفل کی نال سے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا مگر اچانک اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کے باقی تین ساتھی بھی سرخ کار سے ہونے والی فائرنگ کے نتیجے میں تیورا کر فرش پر گرے تھے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ کسی ایک کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔

"مسٹر شہباز۔ آپ فوری طور پر اپنے دفتر واپس پہنچنے کی کوشش کریں۔ ماسٹری کا یہی حکم ہے کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔"

"ماسٹری۔" میرے ذہن میں یہی ایک نام ابھرا تھا پھر میں نے بڑی سرعت سے واپس زینوں کی طرف پلٹ کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ سرخ رنگ کی کار سے مجھے ہدایت ملنے کے بعد ہی اسے "ٹاٹا" واپس موڑ لیا گیا تھا۔

اپنے آفس میں پہنچنے کے بعد میں نے انٹرکام پر وارثی سے رابطہ قائم کر کے اسے فوری طور پر ملنے کو کہا۔ وارثی میرے آفس میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر بھی خوف کے سائے لرز رہے تھے۔

"آپ۔" اس نے مجھے دیکھ کر حیرت سے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں لیکن وہ۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ تعداد میں دو تھے جنہوں نے پورے عملے کو خودکار آتشی اسلحے سے کور کر رکھا تھا۔" وارثی نے کہا۔ "ان کی واپسی ابھی ایک منٹ پہلے ہی عمل میں آئی تھی۔"

"جو کچھ ہوا اسے بھول جائیں۔" میں نے موقع کی نوعیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "عملے کے دوسرے افراد کو بھی ہدایت کر دیں کہ اگر کوئی شخص تفتیش کی غرض سے یہاں آئے تو اس سے یہی کہا جائے کہ یہاں کوئی بھی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ آپ میری بات کا مقصد سمجھ رہے ہیں نا۔"

"جی ہاں مگر وہ۔"

"میرا سیکورٹی گارڈ بے ہوشی کے عالم میں عقبی دروازے کے قریب موجود ہے۔ اسے فوری طور پر کسی محفوظ کمرے میں پہنچا دیں۔" میں نے کہا۔ "اسے ہوش میں آنے میں غالباً دو گھنٹے لگیں گے۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے بھی سختی سے ہدایت کر دیجیے گا کہ وہ بھی ہر حالت میں اپنی زبان بند رکھے۔"

وارثی نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے تھے لیکن پھر اپنا ارادہ ملتوی کر کے تیزی سے الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے فوری طور پر ندیم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے مایوس ہو کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا پھر بھوشن جوزف کے بارے میں سوچنے لگا جو اب کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

دوپہر کو کھانے کے وقفے کے بعد مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی۔

"اور سناؤ کیا کر رہے ہو؟" اس کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا ماسٹری نے؟"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "مطلع کچھ دیر کے لیے ابر آلود ہوا تھا لیکن اب آسمان بالکل صاف ہے۔ یقین نہیں آتا تو خود دفتر سے باہر نکل کر اس کی تصدیق کر لو۔"

میں سمجھ گیا ندیم فون پر گفتگو کرنے سے کترا رہا تھا۔ عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ہو سکتا تھا کہ دشمن ہماری فون پر ہونے والی گفتگو بھی ٹیپ کر رہے ہوں لیکن ایک بات ابھی تک میرے ذہن کو پریشان کر رہی تھی کہ ندیم نے اس حملے کو اس قدر راز رکھنے کی تاکید کیوں کی تھی؟ اگر ہم اس حادثے کو فوری طور پر پولیس کی فائل پر لے آتے تو پولیس کی کارروائی بعد میں ہمارے کام بھی آ سکتی تھی لیکن اب اس بات کو سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ندیم نے یقیناً کچھ سوچ سمجھ کر وہ فیصلہ کیا ہو گا اور اب اس کے بیان کے مطابق آسمان بالکل صاف ہو چکا تھا جس کے معنی میں نے یہی اخذ کیے تھے کہ ماسٹری یا اس کی ٹیم کے دوسرے افراد نے ان تمام نقاب پوشوں کی لاشیں بھی کہیں ٹھکانے لگا دی ہیں۔

"کیا سوچ رہے ہو۔ کیا اب پکنک کا ارادہ نہیں ہے؟" ندیم نے آسمان صاف ہونے والی بات کو نبھانے کی خاطر دریافت کیا۔

"پکنک ضرور ہو گی مگر اب اس کے تمام انتظامات میں کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ظاہر ہے۔" میں نے گھما پھرا کر اپنا مفہوم ظاہر کرنے کی خاطر کہا۔ "پکنک چونکہ میرے اعزاز میں ہے

اس لیے اب اس کا بندوبست بھی مجھے کرنے دو۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر کام بھرپور طریقے سے سرانجام دیا جائے۔"

"نہیں تم اس سلسلے میں کچھ نہیں کرو گے۔" ندیم نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "میرے آدمی انتظامات کر چکے ہیں۔ تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ سراج آفس میں داخل ہوا۔

"ٹھیک ہے رات کو گھر پر بات ہو گی۔" میں نے کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

سراج اس وقت مجھے کچھ تھکا تھکا لگ رہا تھا۔ جب سے اس کا تبادلہ ہوا تھا آج وہ پہلی بار مجھ سے ملنے دفتر آیا تھا۔ "اور سنائیے۔" میں نے رسمی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ "آج کل کیسی گزر رہی ہے؟"

"میں اس وقت آپ سے کچھ ضروری بات کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔"

"خیریت۔" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"تقریباً ایک گھنٹے پہلے میرے ایک ماتحت نے جو آج کل رام کے انڈر کام کر رہا ہے مجھے ایک بہت ہی اہم اطلاع دی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"رام دیال کے بارے میں، میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ ولد الحرام ایک نمبر کا کینہ اور تعصب پرست واقع ہوا ہے چنانچہ اب وہ بھوشن جوزف کے ساتھ مل کر مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"بھوشن جوزف کے بنگلے کے عقبی حصے سے آج صبح چھے سات نقاب پوشوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں جو سب پولیس کو کسی نہ کسی کیس میں مطلوب تھے اور ان کا تعلق بھی بہرام اور خان جابر کے گروہ سے تھا۔"

"یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟" میں نے دیدہ و دانستہ انجان بن کر بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پولیس کو جو لاشیں ملی ہیں ان میں سے ایک کا تعلق خان جابر سے تھا۔ غالباً وہ خان جابر کا کوئی رشتہ دار بھی تھا۔"

"بھوشن کا کیا بیان ہے؟"

"اس نے یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ کچھ لوگ اس کے خلاف خطرناک سازش کر رہے ہیں۔"

"پھر آپ کا نام کہاں سے آ گیا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس وقت جب میں ائرپورٹ پر بھوشن جوزف والے کیتھی مریض کو گرفتار کرنے کی غرض سے گیا تھا۔ خود بھوشن بھی وہاں لاسٹر کے ساتھ موجود تھا جنہیں بعد میں بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔"

"ہاں، میں یہ تفصیل آپ کی زبانی سن چکا ہوں لیکن بھوشن کی کوٹھی سے برآمد ہونے والی لاشوں کا بھلا آپ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"یہی تو جال بچھایا گیا ہے میرے خلاف۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے ماتحت نے خبر دی ہے کہ جس وقت رام دیال فون پر بھوشن جوزف سے گفتگو کر رہا تھا اس وقت وہ بھی قریب ہی موجود تھا۔" سراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بھوشن نے لاشوں کے متعلق رپورٹ درج کرانے کی خاطر فون کیا تھا اور رام دیال نے جو بڑا شاطر واقع ہوا ہے مجھے اس کیس میں ملوث کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ اس نے بھوشن کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ مریض کو حراست میں لینے میں مجھے مایوسی ہوئی تھی اور پھر اس کے بعد میرا تبادلہ بھی ہیڈ کوارٹر ہو گیا اس لیے میں نے ان نقاب پوشوں کو گولی مار کر بھوشن سے انتقام لینے کی خاطر اس کی کوٹھی کے احاطے میں پھنکوانے کی کوشش کی ہو گی۔"

"اور کیا بھوشن نے اس بات پر یقین کر لیا؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن رام دیال نے بہرحال میری ساکھ خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سب وقتی پریشانی ہے۔" میں نے سراج سے کہا۔ "سات جرائم پیشہ افراد کو اس طرح گولی مار کر بھوشن کی کوٹھی میں ڈال دینا جہاں ہر وقت اس کے گارڈز شکاری کتوں کی طرح پہرہ دیتے ہوں گے ایک آدمی کے لیے ناممکنات میں سے ہی ہے۔ مجھے تو یہ کسی گروہ کا کام لگتا ہے۔"

پھر یکلخت میں نے دوبارہ چونکنے کی بڑی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں یہ سب کچھ اس آدمی کی حرکت تو نہیں جو بھوشن سے نصف جائیداد کی خاطر اچانک سامنے آیا ہے۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"ولیم پوکر۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ ولیم پوکر ہی کی حرکت ہو گی۔ اس طرح اس نے بھوشن پر اپنی طاقت کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"میرے لیے کوئی حکم۔"

"آپ غلط سمجھے۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میں یہاں اپنی خاطر کسی سفارش کی غرض سے حاضر نہیں ہوا تھا۔ رام دیال کتنا ہی گھاگ سہی لیکن ابھی کل کا لونڈا ہے مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ خسارے میں ہی رہے

aazzamm@yahoo.com

گا۔ میں اس وقت دراصل آپ کو مسٹر عابد والے کیس کے بارے میں یہ بتانے آیا ہوں کہ رام دیال نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک طرف اس نے میرے خلاف بھوشن کے کان بھرے اور دوسری طرف دبی زبان میں آپ پر بھی اس بات کا شبہ ظاہر کیا ہے کہ عابد کا تعلق چونکہ آپ سے ہے اس لیے آپ یا آپ کے آدمیوں نے جوابی کارروائی کی خاطر۔"

"یہ کیسے ممکن ہے جبکہ میں بھوشن کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا اور پھر عابد کو جعلسازی کے کیس میں ملوث کرانے سے بھلا بھوشن کو کتنی رکعت کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو بعد کی بات ہے لیکن فی الحال تو رام دیال نے آپ کے خلاف بھی اس کے کان بھر دیے ہیں۔"

"چھوڑیے مسٹر سراج۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ چائے، کافی یا ٹھنڈا؟"

"بہرحال میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ بھی بھوشن اور رام دیال کی طرف سے محتاط رہیں۔" سراج نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "آپ کو حالات سے باخبر رکھنا میری اخلاقی ذمے داری بھی ہے۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی، لیکن آپ بہرحال اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ اب تک متعدد موقعوں پر گندی قوتیں میرے خلاف جال بنا چکی ہیں لیکن میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔"

"مسٹر عابد کے سلسلے میں آپ نے کیا اقدام کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب تو عدالت ہی میں رام دیال سے ملاقات ہوگی۔"

"کیا آپ نے خواب میں مسٹر عابد یا رام دیال کے انجام کے بارے میں کچھ نہیں دیکھا۔" سراج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد ہے کہ آپ کی اکثر باتیں جنہیں آپ اپنے خواب سے تعبیر کرتے ہیں یقینی طور پر درست ثابت ہوئی ہیں۔"

"یہ بھی نیلی چھتری والے کی مہربانی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

ہمارے درمیان دیر تک رام دیال، بھوشن، جوزف اور عابد والے کیس کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی پھر سراج واپس چلا گیا۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی گردش پھر تیز ہو گئی۔ میرے ذہن میں دو نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ بھوشن، جوزف اور رام دیال۔

رات ندیم سے گھر پر ملاقات ہوئی تو میں نے ان لاشوں کے بارے میں دریافت کیا جو میری موت کی حسرت لیے میرے دفتر تک آئے تھے مگر اس کے بعد ان کے مردہ جسم بھوشن کی کوٹھی کے عقبی احاطے سے برآمد ہوئے تھے۔

"وہ ماسٹر کی اپنی مرضی تھی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب، کیا وہ تمہارے احکام کی بجا آوری میں بھی اپنی مرضی شامل کر سکتا ہے؟"

"میں نے اسے صرف یہ حکم دیا تھا کہ ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے اس کے آگے اسے اختیار حاصل تھا اس لیے کہ میں نے اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت نہیں کی تھی۔"

"لیکن بھوشن جوزف ہی کی کوٹھی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

"یہی سوال میں نے ماسٹر سے کیا تھا۔ جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا۔"

"کیا؟"

"وہ بھی میری طرح بھوشن کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کرنے کا خواہش مند ہے لیکن دن منت۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "تمہیں ان نقاب پوشوں کی لاشوں کا علم کس طرح ہو گیا؟"

"تمہاری فون کال کے بعد سراج میرے پاس دفتر آیا تھا۔" میں نے سراج سے ہونے والی تمام گفتگو دہراتے ہوئے کہا۔ "اگر سراج کا بیان غلط نہیں ہے تو رام دیال یقیناً ماورائی طاقتوں کے اشارے پر ہمارا دشمن ہو گیا ہے۔"

"ماورائی قوتیں، شیطانی طاقتیں، سفلی کا گندا علم اور جنتر منتر یہ سب میرے نزدیک کتابی اور لغو باتیں ہیں۔" ندیم نے جھلا کر جواب دیا۔ "اگر وہ طاقتیں واقعی اپنے ہر فیصلے پر عبور رکھتی ہیں تو پھر ہم دونوں اب تک کیوں زندہ ہیں؟"

"شاید اس لیے کہ ہمارے سروں پر ہمارے بزرگوں کا سایہ ہے۔"

"یہ بھی دل کو تسلی دینے کی خاطر ایک جواز ہے ورنہ سب سے بڑا سایہ خدا کی رحمتوں کا ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے نیک دل بندوں کو کسی کی حفاظت پر مامور کر دیتا ہے۔ ان صاحب علم بزرگوں کو جو اپنی تمام زندگی یاد الٰہی میں گزار دیتے ہیں لیکن آخری سانس تک انہیں تشنگی کا احساس رہتا ہے۔ خدا ایسے برگزیدہ بندوں کو اپنی رحمتوں سے نواز کر محض وسیلہ پیدا کرتا ہے ورنہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے اشارے پر ہوتا ہے۔"

"میرے ساتھ اب تک جو کچھ ہوتا آ رہا ہے اسے تم کیا کہو گے۔" میں نے قدرے جذباتی انداز میں پوچھا۔ "کیا میرے والد گنہگار تھے، جو لقمۂ اجل بنا دیے گئے؟"

"میں ان تمام واقعات اور حادثات کو مشیت ایزدی ہی کہوں گا۔"

"پھر ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ سب کچھ اسی کی ذات پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔"

"تم اس وقت جذباتی ہو رہے ہو اس لیے فی الحال اس مسئلے کو پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھو لیکن تمہاری اطلاع کے لیے اتنا ضرور کہوں گا کہ اس نے انسان کو ہاتھ پاؤں ہلانے سے منع نہیں کیا۔ سیاہ و سفید کا فرق سمجھا کر اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے لیکن سزا اور جزا کا حساب اسی کے ہاتھ میں ہے۔"

ندیم کے سمجھانے سے میں سنبھل گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہوا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا سے توبہ قبول کرنے کی التجا کی پھر گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔

"عابد کے بارے میں تمہارے وکیل نے کیا مشورہ دیا ہے؟"

"ایک ہفتے بعد عدالت میں اس کیس کی پیشی ہوگی یہ بات مجھے میرے وکیل ہی نے فون پر بتائی تھی۔ ایک دو روز میں تمہیں عدالت کی جانب سے باقاعدہ سمن بھی مل جائے گا۔"

"اگر مجھے بھی اس کیس میں ایک فریق بنایا گیا ہے تو کیا میرے لیے کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنی ضروری نہیں ہے۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کیس کو عدالت میں پیش ہونے دو پھر دیکھ لیں گے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم کوئی خاص بات مجھ سے چھپا رہے ہو؟" میں نے ندیم کی نگاہوں میں جھانکا۔

"مثلاً۔"

"مثلاً وہ لائن آف ایکشن جو تمہارے شیطانی دماغ میں وضع ہو چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہی ہو لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ معمہ کا صحیح حل فلاں فلاں بینک میں محفوظ ہے جو حل بھیجنے کی آخری تاریخ گزر جانے کے بعد ہی بینک سے نکالا جائے گا۔ اس کے بعد ہی لوگوں کو اس سے مطلع کیا جائے گا۔"

ندیم نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں کیا کہا جائے؟"

"ایک انتہائی وفاشعار اور سعادتمند شوہر یقین نہیں آتا تو نسیم سے پوچھ لو۔"

ندیم کی تقلید میں میری نگاہیں بھی دروازے کی جانب اٹھ گئیں جہاں نسیم کھڑی ندیم کے آخری جملے پر مسکرا رہی تھی۔

☆

عدالت میں ندیم بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر اس وکیل کے وکالت نامہ پر دستخط کر دیے تھے جسے میری جانب سے پیش ہونا تھا۔ ہمارے سامنے رام دیال بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار ہماری جانب اٹھ رہی تھیں۔ ان نگاہوں میں انتقام لینے کا بھرپور جذبہ بھی موجود تھا۔ رام دیال کے ساتھ ہی تھری پیس سوٹ میں ایک پستہ قد اور بھاری بھرکم شخص اور بھی تھا جو ظاہری شان و شوکت سے خاصا آسودہ حال نظر آ رہا تھا۔ عابد پولیس کے نرغے میں ایک طرف بنچ پر بیٹھا تھا۔ "تم نے اسے پہلے بھی دیکھا ہے؟" ندیم نے مدھم لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ اس کا اشارہ سوٹ والے ہی کی جانب تھا۔

"کوئی خاص شخصیت؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ تمہارے سراج صاحب نے بھوشن کے بارے میں جو خیال ظاہر کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"یہ بھوشن کا بزنس منیجر بھگوان داس ہے۔" ندیم نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اب بھوشن مخالف فریق کی حیثیت میں کھل کر سامنے آ رہا ہے۔"

میں نے بھگوان داس کو غور سے دیکھا۔ وہ رام دیال سے سرگوشی میں کوئی اہم نکتے پر ڈسکس کر رہا تھا۔ اسی وقت ہمارے کیس کی پیشی کی آواز پڑی اور رام دیال ایک بار پھر میری جانب حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عابد کی گرفتاری کے سلسلے میں عدالت کو وہی کہانی سنائی جو میرے نزدیک من گھڑت تھی پھر اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"یور آنر موجودہ کیس میں مسٹر عابد کی حیثیت محض کیریر کی سی ہے۔ یہ درست ہے کہ ناجائز سونا اس کے بریف کیس سے برآمد ہوا ہے لیکن خود مسٹر عابد کے تحریری بیان کے مطابق جو میں سیل بند بریف کیس کے ساتھ عدالت کی تحویل میں دے چکا ہوں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ جو مال بریف کیس سے برآمد ہوا وہ دراصل مسٹر شہباز خان کا تھا جو اس وقت عدالت میں موجود ہیں۔ مسٹر عابد نے اپنے بیان میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ سونے کی ناجائز تجارت کا کام وہ مسٹر شہباز کے لیے کرتا تھا جس کا معاوضہ اسے تنخواہ کے علاوہ ملتا تھا۔ اس صورت حال اور ملزم کے تحریری بیان کی روشنی میں، میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ مسٹر شہباز کو شامل تفتیش کرے اور پولیس کو مسٹر شہباز کا ایک ہفتے کا ریمانڈ دیا جائے تاکہ کیس کی مکمل چھان بین کی جائے اور اس کیس کے اصل ملزم کو سامنے لا کر بے نقاب کیا جائے۔"

رام دیال اپنی دھواں دھار تقریر ختم کر چکا تو عدالت نے میرے وکیل سے پوچھا۔

aazzamm@yahoo.com

"آپ کو پولیس کے پیش کردہ دلائل کے بعد کچھ کہنا ہے؟"

"یس یور آنر۔" میرے وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا پھر رام دیال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ پولیس آفیسر رام دیال کو کٹہرے میں آنے کو کہے اس لیے کہ میں ان سے کچھ ایسے اہم سوالات کرنا پسند کروں گا جن سے اس کیس کا اور مسٹر شہباز کے جسمانی ریمانڈ سے بہت گہرا تعلق ہے۔"

عدالت کے اشارے پر رام دیال کٹہرے میں آیا تو میرے وکیل نے جرح شروع کی۔

"مسٹر رام دیال! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے مسٹر عابد کا بیان کس مجسٹریٹ کے روبرو لیا تھا؟"

"مجھے چونکہ اس واردات کی اطلاع اچانک ملی تھی اس لیے اگر میں کسی مجسٹریٹ کو لانے کی کوشش کرتا تو۔۔۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میرے وکیل نے تیزی سے رام دیال کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں [illegible] ملزم کی گرفتاری اور کاغذی کارروائی [illegible] آپ نے ملزم کا بیان کسی مجسٹریٹ کے روبرو لینے کی [illegible] کی تھی؟"

"مشیر نامہ اور دو گواہوں کے دستخط کے بعد میں نے ملزم کو کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔" رام دیال نے اکڑ کر جواب دیا۔

"کیا ملزم کی گرفتاری کے بعد آپ نے مسٹر شہباز سے جو آپ کی نظر میں اصل ملزم ہیں ملاقات کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"جی نہیں۔"

"کیا میں اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر شہباز روپ نگر میں میرے افسر رہ چکے ہیں اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ عدالت سے باقاعدہ ریمانڈ ملنے کے بعد ہی میں مسٹر شہباز سے کھل کر بات کروں گا۔"

"کیا آپ اس بات کو تسلیم کریں گے مسٹر شہباز جس وقت عدالت کی جانب سے جاری کیے گئے ضمانت کے کاغذات لے کر آپ کے پاس گئے اس وقت آپ نے مسٹر شہباز سے کہا تھا کہ اگر وہ آپ کو پچیس لاکھ کی رقم بطور نذرانہ پیش کر دیں تو آپ کیس کو واش اپ کر دیں گے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔" رام دیال نے تیزی سے کہا۔ "مسٹر شہباز سے میری اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ضمانت کے حکم نامہ پر عمل کرتے ہوئے ضروری کاغذی کارروائی کے بعد ملزم عابد کو چھوڑ دیا تھا۔"

"گویا آپ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ ایک ایماندار پولیس آفیسر ہیں اور رشوت وصول کرنا آپ کے نزدیک پاپ ہے۔"

"جی ہاں۔" رام دیال نے تلملا کر جواب دیا۔ "آپ حکومت کے ایک ذمے دار آفیسر پر الزام لگا کر۔۔۔"

"وَن منٹ مسٹر رام دیال۔" میرے وکیل نے رام دیال کے جملے کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا آج آپ کے پاس مسٹر عابد اور مسٹر شہباز کے علاوہ کوئی اور کیس بھی ہے۔ جس کی پیروی آپ کو کسی دوسری عدالت میں کرنی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں اس دوسرے کیس کے ملزم کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"میرا خیال ہے آپ عدالت کا وقت برباد کر رہے ہیں۔" رام دیال نے میرے وکیل کو نفرت سے گھورا۔ "ملزم عابد کے کیس سے کسی اور کیس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ آپ نے دوسرے کیس والے ملزم سے پولیس کی جانب سے نرم رویہ اختیار کرنے کی خاطر بیس ہزار کی رقم بطور رشوت قبول کی ہے؟"

"یور آنر۔" رام دیال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "وکیل صفائی میرے اوپر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔"

"آپ نے ابھی مسٹر رام دیال کے خلاف جو الزام لگایا ہے کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟" عدالت نے میرے وکیل سے سوال کیا۔

"اس کے جواب سے پیشتر میں مسٹر رام دیال سے ایک سوال اور کرنا چاہوں گا۔"

"اجازت ہے۔"

"مسٹر رام دیال۔ کیا آپ کسی محتاط اندازے کے بعد یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ کی جیب میں اس وقت کتنی رقم موجود ہوگی؟"

"زیادہ سے زیادہ سو سوا سو روپے۔" رام دیال نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔

"یور آنر۔" میرے وکیل نے مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسٹر رام دیال جھوٹ بول رہے ہیں۔ بیس ہزار کی رقم ہزار ہزار کے نوٹوں کی شکل میں اس وقت بھی مسٹر رام دیال کے پتلون کے سیدھی جیب میں موجود ہے جو میری اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ مسٹر رام دیال ایک ذمے دار اور دیانت دار پولیس آفیسر ہونے کے بجائے ایک راشی اور کرپٹ آفیسر ہیں۔ میری درخواست ہے کہ عدالت اپنی موجودگی میں مسٹر رام دیال کی جامہ تلاشی لے تاکہ سچ اور جھوٹ کا اندازہ ہو سکے۔"

عدالت میں جو افراد موجود تھے ان میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بھگوان داس بھی اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ رام

دیال کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اسے اپنی بے گناہی کا یقین تھا لیکن جب عدالت کے حکم پر اس کی جامہ تلاشی لی گئی تو اس کی مسکراہٹ بھی حیرت میں بدل گئی۔ اس کی پتلون کی سیدھی جیب سے ہزار ہزار کے بیس نوٹ برآمد ہوئے تھے۔ رام دیال کی بوکھلاہٹ اس وقت قابل دید تھی۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا جو اس وقت بھی بڑا بے پروا اور غیر متعلق سا نظر آ رہا تھا۔

"یہ کس طرح ممکن ہوا؟" میں نے مدھم لہجے میں ندیم سے پوچھا۔

"ماسٹر کی۔" ندیم نے آہستہ سے کہا پھر بھگوان داس کو دیکھنے لگا جو بڑے غصے میں بیٹھا اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔

عدالت کے حکم پر رام دیال کو پولیس کی حراست میں لے کر ضروری کاغذات کی کارروائی مکمل کی گئی پھر میرا کیس اگلی پیشی تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا جو دو روز کے بعد مقرر کی گئی تھی۔

"کیا وہ رقم۔۔۔؟" میں نے عدالت سے واپسی پر ندیم سے پوچھنا چاہا تو اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔

"عدالت کے احاطے میں ہی ماسٹر کی ہاتھ کی ماہرانہ صفائی کا نتیجہ تھی۔"

"لیکن اس سے میرے کیس پر کیا اثر پڑے گا۔"

"اس کے لیے ابھی ہمارے پاس دو دن کا وقت ہے۔ آرام سے سوچیں گے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "فی الحال وہی ہوا جو میں نے پلان کیا تھا۔ رام دیال کے سارے کس بل ایک ہی جھٹکے میں نکل گئے۔ اس کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ بیس ہزار کی رقم کس وقت اور کس طرح اس کی جیب تک پہنچی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگلی پیشی کے بارے میں سوچنے لگا اس لیے کہ رام دیال کو پولیس حراست میں لیے جانے کے باوجود میرے کیس کی صحت پر بظاہر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا اس لیے کہ رام دیال سونے سے بھرا بریف کیس اور عابد کا تحریری بیان پہلے ہی عدالت کی تحویل میں دے چکا تھا۔

دوسرے روز کے اخبارات میں رام دیال کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ گرما گرم خبریں موجود تھیں۔ پریس رپورٹرز نے نمک مرچ لگا کر بھری عدالت میں ایک پولیس انسپکٹر کی وردی سے برآمد ہونے والی رشوت کی رقم کے بارے میں لکھا تھا۔ اس خبر کے ساتھ ہی ایک تصویر بھی تھی جس میں بوتیک کے بزنس منیجر بھگوان داس کو رام دیال کے ساتھ بیٹھا دکھایا گیا تھا۔ یہ تصویر میرے لیے خاص طور پر اہم تھی چنانچہ میں نے اسے تراش کر علیحدہ محفوظ کر لیا۔

اگلی پیشی پر عدالت میں لوگوں کا ہجوم کچھ زیادہ ہی تھا۔ رام دیال چونکہ پولیس کی حراست میں لایا گیا تھا اس لیے عدالت میں تعینات ایک دوسرے پولیس انسپکٹر کو کیس پیش کرنے کے فرائض انجام دینے پڑے۔ مجھے یہ دیکھ کر کسی حد تک مسرت ہوئی کہ آج رام دیال اور عابد ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ کیس کی ضروری کارروائی کے بعد عدالت کے سامنے اس بند لفافے کو کھولا گیا جس میں عابد کا تحریری بیان موجود تھا لیکن اس لفافے سے سوائے ایک سادے کاغذ کے اور کچھ برآمد نہ ہو سکا۔ مجھے اور ندیم دونوں کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی پھر اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب عدالت میں تعینات پراسیکیوشن (PROSECUTION) انسپکٹر نے سیل بند بریف کیس کو کھولا۔ اس میں سے ناجائز سونے کے بجائے محض وہ دفتری کاغذات برآمد ہوئے جو عام طور پر عابد کے پاس ہوا کرتے تھے۔ میں نے عابد کی جانب دیکھا وہ بھی پھٹی پھٹی نظروں سے بریف کیس سے برآمد ہوتے دفتری کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ رام دیال کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی اس کا چہرہ خوف کے مارے زرد پڑ گیا تھا۔

"کی ماسٹر۔" میں نے ندیم سے سرگوشی کی۔

"نہیں۔" ندیم نے حیرت سے جواب دیا۔ "یہ اس کی حرکت نہیں ہو سکتی۔"

"پھر؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میرے ذہن میں سب سے پہلے کاکا کا خیال ابھرا۔ اس نے یہی کہا تھا کہ عابد کو کچھ نہیں ہوگا۔ لیڈی کلارنس نے بھی مجھ سے یہی وعدہ کیا تھا اب وہ میرے معاملات میں دلچسپی لیتی رہے گی اس کے بعد جس وقت میں کمبل پوش بزرگ کی بخشی ہوئی قوت آزمانے جا رہا تھا اس وقت اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے اس مہان شخص نے بھی مجھے روکا تھا اور یہی کہا تھا کہ سب کچھ خدا پر چھوڑ دیا جائے وہ جو کرے گا بہتری کرے گا۔

بہرحال میرے ذہن میں کاکا کا وہ جملہ بطور خاص گونج رہا تھا۔ "وہ مہان شکتیاں جو تمہاری سہائتا کر رہی ہیں وہی عابد کو بھی سزا سے بچائیں گی۔" اور اس وقت میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ یقیناً قدرت کا کرشمہ ہی تھا۔

"یور آنر۔" میرے وکیل نے فوری طور پر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عدالت سے رجوع کیا۔ "میں ایک بار پھر عدالت سے پُرزور درخواست کروں گا کہ انسپکٹر رام دیال کو کٹہرے میں لایا جائے۔ میں اس سے کچھ اہم سوالات کرنا چاہتا ہوں جس کا اس کیس سے بہت گہرا تعلق ہے۔"

منصف کی کرسی پر بیٹھے ہوئے مجسٹریٹ کی پیشانی پہلے ہی

aazzamm@yahoo.com

شکن آلود ہو چکی تھی۔ اس نے بڑی حقارت بھری نظروں سے رام دیال کی طرف دیکھا پھر رام دیال کو عدالت کے حکم پر دوبارہ کٹہرے میں لایا گیا۔ رام دیال کی حالت قابل دید تھی۔ اس کے قدم چلتے وقت بھی بری طرح لڑکھڑا رہے تھے۔ چہرہ کسی بھٹی چڑھے ہوئے کورے کپڑے کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔

"مسٹر رام دیال۔" میرے وکیل نے سوال کیا۔ "کیا یہ وہی بریف کیس ہے، جس کا ذکر آپ نے اپنی رپورٹ اور تخمیر نامے میں کیا ہے۔"

"شاید۔" رام دیال نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

"شاید سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میرے وکیل نے بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ اس بریف کیس کو جو آپ نے عدالت کی تحویل میں دیا تھا عدالت کی مرضی سے تبدیل کر دیا گیا اور ویسا ہی ایک اور بریف کیس رکھ دیا گیا جسے عدالت کے روبرو کھولنے پر وہی کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ جو عام طور پر مسٹر عابد کے پاس ہوا کرتے تھے؟"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" رام دیال بری طرح بوکھلا گیا۔ "میں عدالت پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔"

"کیا آپ کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے مسٹر عابد کا کوئی تحریری بیان بھی لیا تھا جس کا ذکر اور پچھلی پیشی پر میرے اور آپ کے درمیان ہونے والے سوال جواب کی صورت میں عدالت کی فائل پر موجود ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ملزم عابد کا تحریری بیان لیا تھا۔"

"پھر۔" میرے وکیل کے لہجے میں طنز تھا۔ "عدالت کے روبرو کھولے جانے والے سیل بند لفافے سے محض ایک سادہ کاغذ کس طرح برآمد ہوا۔ کیا آپ کا شبہ ہے کہ عدالت نے اس بریف کیس کے ساتھ ہی مسٹر عابد کے تحریری بیان کو بھی تبدیل کیا۔"

"نہیں۔" رام دیال نے بوکھلا کر جلدی سے کہا۔ "میں عدالت پر شبہ کرنے کا دھیان بھی من میں نہیں لا سکتا۔"

"ایک اہم سوال اور۔" میرے وکیل نے چبھتے ہوئے انداز میں دریافت کیا۔ "کیا آپ سوم رس۔ میرا مطلب ہے کہ شراب پینے کے عادی ہیں۔"

"جی ہاں۔" رام دیال کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے یہ تمام کیس نشے کی حالت میں محض اس لیے تیار کیا تھا کہ آپ مسٹر شہباز خان کو ہراساں کر کے کوئی لمبی رقم وصول کر سکیں؟"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ کو اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ آپ نے ضمانت کے کاغذات پر مسٹر عابد کو رہا کرتے وقت مسٹر شہباز خان سے پچیس لاکھ کے عوض کیس کو خرد برد کرنے کی بات کی تھی جس کا ذکر میں نے پچھلی پیشی پر کیا تھا؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"پھر سچ کیا ہے؟" میرے وکیل کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔ "کیا آپ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ آپ ایک راشی آفیسر ہیں اور محض رشوت ہی کی خاطر آپ نے مسٹر عابد اور مسٹر شہباز کو ناجائز تجارت کے جھوٹے کیس میں پھانسنے کی کوشش کی تھی؟"

بازی نے اچانک ایسا رخ پلٹا تھا کہ رام دیال کے علاوہ عدالت میں موجود باقی افراد بھی انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ عابد جس نے مجھ سے سونے کی موجودگی اور تحریری بیان کا خود ذکر کیا تھا وہ بھی آنکھیں پھاڑے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"میں عدالت سے پرزور درخواست کروں گا کہ حالات اور ان حقائق کی روشنی میں، جو عدالت کے سامنے پیش آئے ہیں مسٹر عابد کو باعزت طور پر اس کیس سے بری کیا جائے اور انسپکٹر رام دیال کو جو ایک متعصب اور راشی آفیسر ثابت ہو چکا ہے سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ سرکاری وردی اور عدالت کے وقار کو دوبارہ کوئی ذمے دار آفیسر مجروح کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

پھر وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ عدالت نے باعزت طور پر عابد کو رہا کر دیا اور پراسیکیوشن انسپکٹر کو اس بات کی ہدایت جاری کی وہ رام دیال کے خلاف دھوکا دہی اور سرکاری معلومات میں فرض شناسی کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کرنے کا کیس بنائے۔ اس روز بھگوان داس عدالت میں موجود نہیں تھا۔

عدالت سے واپسی پر ندیم خاصا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"جو کچھ رام دیال کے ساتھ پیش آیا وہ اس سے زیادہ کا مستحق تھا لیکن سونے کا کاغذات میں تبدیل ہو جانا اور عابد کا تحریری بیان کورے کاغذ کی صورت میں سامنے آنا۔ یہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز ہی ہے۔"

"کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی کہ باطل کے مقابلے میں حق کو فتح نصیب ہوئی۔"

"میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں تمہاری کاکا یا موہنی نے تمہیں ٹریپ کرنے کی خاطر کوئی نیا جال تو نہیں بنا ہے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ مکروہ قوتیں رام دیال کے مقابلے پر میرا ساتھ دے سکتی ہیں۔"

"پھر۔" ندیم نے مجھے غور سے دیکھا۔ "اس رونما ہوئے

کرشمے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کمبل پوش بزرگ۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے اور یوں بھی کرشمے صرف خدا کے برگزیدہ بندے ہی رونما کر سکتے ہیں۔"

"میری حیرت کی وجہ کچھ اور ہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جس وقت سونے سے بھرا ہوا بریف کیس اور عابد کا بیان رام دیال کی تحویل میں تھا میں نے اسی وقت رام دیال کو ذلیل کرنے کی خاطر اسی کے ایک ماتحت کو خرید کر سونے کو پیتل میں تبدیل کر دیا تھا تاکہ عابد کے تحریری بیان کو پولیس کی جانب سے ہتھیا تشدد قرار دیا جائے۔"

"اور وہ سونا کہاں گیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کل رات تک وہ میرے ہی قبضے میں تھا لیکن آج صبح جب میں نے لاکر کھولا تو سونا وہاں نہیں تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔"

"بھگوان داس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔ "عدالت میں آج اس کی عدم موجودگی کو تم کیا کہو گے؟"

"کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"بھوشن اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی آدمی قانون کی نظروں میں آ جائے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "خان جابر سے لے کر سرجن داوڑی کی موت تک کے تمام حقائق بھوشن کے سلسلے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ گرگ جہاندیدہ واقع ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے اخبار میں رام دیال کے ساتھ بھگوان داس کی تصویر دیکھنے کے بعد اس نے بھگوان داس کو انڈر گراؤنڈ کر دیا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسے بھی راستے سے ہٹا دیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے شام تک اس کی رپورٹ مل جائے گی۔"

"میرا خیال ہے کہ جب تک بھوشن کا قصہ ختم نہیں ہوتا یہ آنکھ مچولی کا سلسلہ جاری رہے گا۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "نرنجن لال، پانڈے اور بھوشن کے بعد کوئی نیا مخالف بھی سامنے آ سکتا ہے لیکن تم نے خاص طور پر بھگوان داس کے بارے میں کیوں پوچھا۔ کہیں تمہارے دماغ میں پھر کوئی کھچڑی تو نہیں پک رہی؟"

"زیادہ ذہنی بھی کبھی کبھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔"

"نہیں۔ تمہی الحال کوئی جوابی کارروائی نہیں کرو گے۔"

"تم شاید اس بات کو نظر انداز کر رہے ہو کہ اس ساری کہانی کا ہیرو میں ہی ہوں اور ہیرو کی زیادہ خاموشی تماش بینوں کے ذہن پر بہت گراں گزرتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا۔ "اگر تم خود کو ہیرو سمجھ رہے ہو تو پھر میں تمہیں جوابی کارروائی سے نہیں روکوں گا۔"

"میری ایک شرط اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہارے آدمی میرا تعاقب نہیں کریں گے۔"

"کل رات ماہ رخ کا فون آیا تھا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے سلسلے میں وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اپنی تشنگی بجھانے کی خاطر کوئی اور طریقہ اختیار کر لے۔ تم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ اس کا شمار ان شکاریوں میں کیا جاتا ہے جو یا تو اپنے پسندیدہ جانور کو ہر قیمت پر شکار کرتے ہیں یا پھر خود شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے ایک فکر اور بھی لاحق ہے۔ اگر کہیں عارفہ کو ان باتوں کا علم ہو گیا تو اس معصوم کے دل پر کیا بیتے گی۔"

"تم اس اندیشے سے دبلے مت ہو۔ عارفہ میرا پرابلم ہے۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا پھر خاموشی اختیار کر لی۔ مجھے علم تھا کہ ندیم میری نگرانی پر مامور اپنے آدمیوں کو درمیان سے ہٹانے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہو گا چنانچہ اس موضوع پر اس سے گفتگو کرنا فضول ہی تھا۔

☆

اس روز میں خواب گاہ میں لیٹا عارفہ سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک بہت دور سے کاکا کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھے بار بار آوازیں دے رہی تھی۔ مجھے علم تھا کہ میں ندیم کے جس گھر میں اپنی والدہ اور عارفہ کے ساتھ رہتا تھا اسے کسی بزرگ نے کیل دیا تھا چنانچہ اس کے اندر کسی پلید روح کا داخلہ ناممکن ہی تھا۔ گندی اور بھٹکتی ہوئی ناپاک ارواح اور طاغوتی طاقتیں نہ تو اس مکان کے اندر داخل ہو سکتی تھیں نہ اس چار دیواری کے اندر ہونے والی باتیں سن سکتی تھیں تاوقتیکہ مکان کے اندر رہنے والے ان گندی قوتوں سے ہم کلام ہونے کی کوشش نہ کریں۔

کاکا کی آواز دیر تک میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ میں اٹھ کر چہل قدمی کے بہانے خواب گاہ سے باہر آ گیا پھر میں نے کاکا کی پکار کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا کاکا رانی۔ آج تمہاری آواز کے اندر مجھے کچھ پریشانی محسوس ہو رہی ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔"

"میرے لیے!" میں نے فکریہ انداز میں تعجب کا اظہار

aazzamm@yahoo.com

کیا۔

"میں جانتی ہوں شہباز کہ تمہیں ابھی تک اپنی کالکا پر وشواس نہیں آیا۔ موہنی اور طوطے کی نوک جیسی ناک والی سفید چمڑی والی بوڑھی اور پاپی عورت نے میرے خلاف تمہارے من میں میل ڈال دیا ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔"

"تم کالکا سے اتنے روکھے لہجے میں بات مت کرو شہباز ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔" کالکا نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "تمہیں شنکر یاد ہے نا۔ وہ پاپی نہ جانے کتنے برسوں سے میری تلاش میں بھٹک رہا تھا پر تو اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی پھر تم بیچ میں آگئے۔ میں نے تمہیں دیکھا تو میرا من تمہارے پیار میں تڑپ اٹھا۔ میں اس سنسار سے اپنے بندھن توڑ کر ایک مورتی کی شکل میں جیون بتا رہی تھی پر تو تمہیں دیکھ کر مجھے ایک کنیا کے روپ میں تمہارے سامنے آنے کا خیال تڑپانے لگا اور پھر میں نے شنکر جیسے پلید اور پاپی کو بتا دیا کہ وہ مجھے کہاں پا سکتا ہے۔ اس دشٹ کے من میں یہ بات بھی میں نے ہی ڈالی تھی کہ کیول تمہارے علاوہ کوئی اور میری پوتر مورتی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا' پھر وہی ہوا جو تمہاری کالکا نے چاہا۔ کیا تمہیں وہ سب باتیں یاد نہیں ہیں؟"

"مجھے سب کچھ یاد ہے کالکا رانی۔" میں نے اپنے لہجے میں جان بوجھ کر لگاوٹ پیدا کی۔ "اس وقت تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟"

"میں نے ایک بار تمہیں وچن دیا تھا کہ موہنی کو تمہارے ہاتھوں کومل ورما ہی کی طرح ختم کرانے کی کوشش ضرور کروں گی۔"

"ہاں۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اب وہ سمے آگیا ہے جب میں اس پاپن کو تمہارے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس کی چالیں جاننے کے لیے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔"

"کیا تمہیں تمہاری کھوئی ہوئی شکتیاں واپس مل گئی ہیں؟"

"نہیں' لیکن میں نے اپنی بچی کچھی شکتی ہی سے یہ جان لیا ہے کہ اب موہنی تمہارے بجائے تمہارے متر کو نرکھ میں جھونکنے کے سپنے دیکھ رہی ہے۔"

"کیا تم ٹھیک کہہ رہی ہو؟"

"کیوں؟" کالکا نے شکوہ کیا۔ "کیا تمہیں ابھی تک میری باتوں پر وشواس نہیں آیا؟ کیا میں نے تمہارے سیوک عابد کے لیے جو کچھ کہا تھا وہ سچ ثابت نہیں ہوا؟"

"لیکن وہ سونا۔"

"وہ موہنی کا فریب تھا جس کا جادو ٹوٹا تو وہ سونا بھی بھاپ بن کر ہوا میں اڑ گیا۔" کالکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "موہنی جانتی ہے کہ تمہارا متر اور اس کے سیوک ہر بار تمہیں اس کے بچھائے ہوئے جال سے بچا لیتے ہیں۔ اسی لیے اب موہنی نے تمہارے متر کو ختم کرنے کے لیے سوگند کھائی ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ میرے دوست کے خلاف کیا کرنے والی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے اسی سے تمہیں اسی کارن آواز دی ہے۔ میری بات دھیان سے سنو۔" کالکا نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "کل تمہارے متر کو ایک ہوٹل میں دعوت پر جانا ہے جہاں موہنی ایک نئے روپ میں موجود ہوگی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی شکتی کے زور پر تمہارے متر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لیے وہ تمہارے متر کے ایک سیوک کے من میں گھس کر اس کو قتل کرنے پر تیار کرے گی پر تو تم اگر چاہو تو اپنے متر کو بچا سکتے ہو۔"

"لیکن میں موہنی کو پہچانوں گا کس طرح؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"یہ تم اپنی کالکا پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں خاموشی سے اس کے نئے روپ سے کسی نہ کسی طرح خبردار کروں گی پھر تم اس پاپن کو اسی شکتی سے موت کے گھاٹ اتار دینا جو تمہارے شریر کے اندر یا باہر موجود ہے۔" کالکا نے کہا۔ "میں اسی شکتی کی بات کر رہی ہوں جس کے سہارے تم نے داور اور پھر کومل ورما کو نرکھ میں جھونکا تھا۔"

"لیکن میں ایسی کسی قوت سے۔"

"کالکا کی آنکھیں تمہارے اندر نہیں جھانک سکتیں' تمہاری اس مہان شکتی کو بھی نہیں کھوج سکتیں جو بار بار تمہاری سہاتا کرتی ہے پر تو اب ایسا بھی نہیں ہے میں بار بار تمہاری وجے (جیت) کا کارن بھی نہ سمجھ سکوں۔"

"کیا تم میرے دوست کو نہیں بچا سکتیں؟"

"کبھی کبھی تم بالکل بالکوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ تمہاری یہی ادائیں اور بھولپن کالکا کے من میں کھب کر رہ گئی ہیں۔" کالکا نے بڑے پیار سے کہا۔ "بھولے ناتھ اگر کالکا تمہارے متر کو بچا سکتی تو تمہیں کس لیے آواز دیتی؟ کیا تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ شنکر کو مارنے سے پہلے جب میں مہان شکتی رکھتی تھی تو تمہارے کہے بنا ہی تمہارے دشمنوں کا راستہ کاٹ دیتی تھی؟"

"احسان جتا رہی ہو۔"

"نہیں۔ کیول تمہیں یہ وشواس دلا رہی ہوں کہ دنیا والوں نے تمہارے من کو میری اور (جانب) سے میلا کر دیا ہے ورنہ

کالکا آج بھی اسی طرح تمہاری داسی ہے جیسے کل تھی۔ پر تو مجھے وشواس ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میں ابھی نراش نہیں ہوئی ہوں۔"

"میں اپنے دوست کی زندگی کس طرح بچا سکتا ہوں؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے کہا۔

"تمہارا متر جس دعوت میں جا رہا ہے اس میں تم بھی چلے جاؤ لیکن اس طرح کہ وہاں کسی اور کو تمہاری موجودگی کی خبر نہ ہو۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں ایسا روپ دھارنا ہوگا کہ موہنی کی پلید شکتی بھی تمہیں نہ پہچان سکے۔"

"لیکن۔ کیا تمہارے دیوی اور دیوتا موہنی کی مدد نہیں کریں گے؟"

"کوشش کریں گے لیکن میں تمہارے اور موہنی کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کروں گی جو تمہارے اصلی روپ تک اس کی میلی نظروں کو نہیں پہنچنے دوں گی۔"

"حیرت ہے۔" میں نے قدرے مشکوک انداز میں کہا۔ "کیا دیوی اور دیوتا بھی اس دیوار کو نہیں توڑ سکیں گے؟"

"مجھے وشواس ہے کہ میں ان کے راستے کی کاٹ نہیں کروں گی۔" کالکا کے لہجے میں ایک کرب پیدا ہو گیا۔ "ہاں' اگر دیوتاؤں نے میری چال جان لی تو پھر شاید تم اپنی کالکا کی آواز بھی نہ سن سکو گے۔ تمہاری کالکا کو آکاش اور زمین کے درمیان ایسی جگہ قید کر دیا جائے گا جہاں تک اور کوئی نہیں پہنچ سکتا' لیکن کالکا کو تمہارے کارن وہ قید بھی گوارا ہوگی۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ موہنی میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"میرا من یہی کہتا ہے لیکن کل کیا ہونے والا ہے یہ کیول بھگوان کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہو سکتا ہے کل تمہاری کالکا دیوی دیوتاؤں کے کشٹ کا شکار ہو کر تم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کالی کی شکتی مجھے میرے ارادوں میں سپھل (کامیاب) کر دے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کالکا رانی کہ تم نے بروقت مجھے ایک خطرے سے آگاہ کر دیا لیکن۔" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا شہباز!" کالکا نے عجیب انداز میں کہا۔ "جو کچھ تمہارے من میں ہے آج کہہ ڈالو۔"

"تم نے ابھی تک میرے ایک سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"وہ کیا؟"

"موہنی اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے؟"

"میں جانتی تھی کہ تم یہی پوچھو گے لیکن ابھی میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ کل اگر میں تمہاری سہاتا کر کے اپنا وچن پورا کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تمہیں اپنے سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔" کالکا نے بڑی حسرت سے کہا۔ "میں اب آگیا چاہتی ہوں شہباز۔ موہنی کے بچھائے ہوئے جال کو توڑنے کی خاطر ابھی مجھے اور بھی کچھ جتن کرنے ہیں۔"

پھر کالکا کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ میں ایک بار پھر کالکا کے بھنور میں پھنس گیا۔ اس کی حقیقت کیا تھی؟ کیا وہ میرے ساتھ محض فریب کر رہی تھی یا پھر جو کچھ کہہ رہی تھی وہ سچ تھا؟ ماضی کے واقعات اس امر کی دلالت کرتے تھے کہ وہ پر خلوص ہے لیکن شنکر کی موت کے بعد اس کی کہانیوں میں کھوٹ بھی محسوس ہونے لگا تھا۔

"آپ یہاں اتنی دیر سے کیا کر رہے ہیں؟" عارفہ کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو کالکا کا سحر ٹوٹ گیا۔

"چہل قدمی۔"

"لیکن آپ کے چہرے کے تاثرات کچھ اور بتا رہے ہیں؟" عارفہ نے بڑے پیار سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی نہیں بتائیں گے کہ وہ کیا بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"

"میں تمہاری خاطر پریشان ہوں۔" میں نے عارفہ کو ٹالنے کی خاطر خوبصورت جھوٹ کا سہارا لیا۔ "آخر تم کب تک اس چار دیواری کی قید میں رہو گی؟"

"جب تک آپ میرے ساتھ ہیں۔" اس نے میرا ہاتھ تھام کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔"

جواب میں' میں نے اس کے دونوں بازو تھام کر بڑی محبت سے اس کی نیلی جھیل جیسی خوبصورت آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر دوبارہ خواب گاہ میں آگیا۔

دوسری صبح میں نے ندیم سے پوچھا۔ "کیا آج تمہیں کسی ڈنر پر جانا ہے؟"

"ہاں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس ڈنر کا اہتمام ماہ رخ اور سلیمان شاہ نے کیا ہے۔ کیوں؟ کیا تمہیں ماہ رخ نے دعوت نہیں دی؟"

"دی تھی مگر میں نے ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیا۔"

"کب تک اس غریب کا دل دکھاتے رہو گے۔" ندیم معنی خیز انداز میں بولا۔ "وہ ایک خوبصورت اور حسین عورت ہی تو ہے۔ دانہ گندم تو نہیں ہے جسے چکھنے کے بعد تمہیں جنت سے

aazzamm@yahoo.com

نکال دیا جائے گا۔"

میں نے ندیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ویسے ندیم سے گفتگو کے درمیان میں نے ہوٹل کا نام بھی دریافت کرلیا تھا جہاں اسے ماہ رخ کے دیے ہوئے ڈنر میں شرکت کرنے جانا تھا۔

☆

ہوٹل کے دربار ہال کی رونق قابل دید تھی۔ ہر سمت رنگ و نور کا سیل تھا۔ خوشبوؤں کی مہک، خوبصورت خوش رنگ اور حسین چہرے محفل کی رونق کو دوچند کر رہے تھے۔ کہیں قہقہے کھنک رہے تھے۔ ساغر چھلک رہے تھے اور خود سر جوانیاں بڑی بے باکی کے ساتھ مہمانوں کی دل بستگی کا سامان فراہم کر رہی تھیں۔

میں ہال میں داخل ہونے کے بعد ایک لمحے کو یوں رک گیا جیسے کسی شناسا کی تلاش میں ہوں۔ میری نظر ماہ رخ پر پڑی۔ آج وہ قیامت نظر آرہی تھی۔ بجلی کی طرح مہمانوں کے درمیان کوندتی پھر رہی تھی۔ وہ میک اپ کا کمال تھا جس نے قدرتی رنگ و روپ کو عارضی جلا بخش دی تھی۔ وہ اپنی عمر سے بہت کم نظر آرہی تھی اس کے جسم پر جو تنگ لباس تھا وہ اس کی سرکش جوانی سے زور آزمائی کر رہا تھا۔ خوبصورت ملبوسات میں ہوٹل کے بیرے بڑے مستعد نظر آرہے تھے۔ شراب کی ٹرالیاں دیگر خورد و نوش کے ساتھ گردش میں تھیں۔ میں چند لمحے اس ہجوم بے لگام کو دیکھتا رہا جس نے غالباً "دربار ہال میں داخلے کے وقت اپنی شرافت کا لبادہ اتار دیا تھا اور اب اپنے اصلی رنگ میں نظر آرہا تھا، لیکن مجھے ان بیہودگیوں سے کوئی غرض نہیں تھی، پھر میں نے ندیم کو دیکھا جو ایک خوبصورت اور بے حد حسین عورت کے شانوں پر ہاتھ رکھے بڑی بے تکلفی سے رازدارانہ انداز میں سرگوشیوں میں مصروف تھا۔

میں نے اس وقت ایسا میک اپ کر رکھا تھا کہ آئینے کے سامنے کھڑا ہونے کے بعد خود بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کر سکا تھا۔ وہاں بیشتر میزوں پر مختلف نام کی خوبصورت تختیاں آویزاں تھیں یا پھر ریزروڈ کے کارڈز رکھے ہوئے تھے۔ اس وسیع و عریض ہال میں ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم چار سو آدمیوں کی گنجائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اس خیال سے کہ کہیں کوئی مجھ پر شک نہ کرلے میں آہستہ آہستہ ہجوم کے درمیان خلط ملط ہوتا گیا۔ میری نگاہوں کا تجسس ہر اس لڑکی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا جو تنہا تھی اس لیے کہ مجھے موہنی کی تلاش تھی۔ جس کی گندی قوتوں نے میری زندگی کا سکون برباد کر رکھا تھا۔ میں ہجوم کے درمیان چکراتا پھر رہا تھا کہ ایک بیرے نے شراب کی ٹرالی میرے سامنے لاتے ہوئے کہا۔

"سر آپ کیا لینا پسند کریں گے؟"

"سوری۔" میں نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اس سے شوق نہیں کرتا۔"

"پھر تیرہ نمبر کی میز آپ کے لیے مناسب رہے گی۔" بیرے نے یکلخت بڑی سنجیدگی سے کہا پھر ٹرالی لے کر دوسری طرف چلا گیا۔

میں نے تیرہ نمبر کی میز کی جانب دیکھا جہاں ایک بے حد حسین اور الہڑ دوشیزہ تنہا بیٹھی ایک لبریز جام کو میز پر آہستہ آہستہ گردش دے رہی تھی۔ میں اس کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں ہجوم کے درمیان گھومتا رہا لیکن میری نگاہیں بار بار اسی لڑکی کی طرف اٹھ جاتی تھیں جو اس وقت دوسری خواتین کے مقابلے میں خاصی کم سن نظر آرہی تھی۔ دس پندرہ منٹ تک میں اس کے آس پاس چکراتا رہا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ نہ تو اس عرصے میں کسی نے اسے مخاطب کیا تھا نہ ہی اس نے میری طرح جام کو اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ میں ابھی اس بات پر غور کر ہی رہا تھا کہ بیرے نے خاص طور پر مجھ کو تیرہ نمبر کی میز کی طرف کیوں راغب کرنے کی کوشش کی تھی کہ میرے کانوں میں اجناء کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے مہربان شخص کی آواز گونجی۔

"میرے عزیز۔ بیرے نے تمہاری رہنمائی غلط نہیں کی۔ جس وقت اس نے تم کو اس نمبر کا حوالہ دیا تھا اس وقت اس کا ذہن کسی ناپاک قوت کے قبضے میں تھا بہرحال تم جس کی تلاش میں ہو وہ وہی لڑکی ہے۔ جس نے ایک نیا روپ اختیار کیا ہوا ہے۔ اپنی منزل کو سر کرنے میں دیر نہ لگاؤ ورنہ ایک سنہری موقع تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"موہنی۔" میرے دل و دماغ میں بس ایک ہی نام گونجا۔ کالکا نے اپنا وعدہ پورا کردیا تھا جس کی تصدیق بھی ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھ میں موجود صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا پھر میرے قدم آہستہ آہستہ لڑکی کی جانب اٹھنے لگے۔

میرے دل کی دھڑکنیں اور خون کی گردش ہر لحہ تیز سے تیز ہوتی جارہی تھی۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں طاغوتی قوتیں موہنی کو وہاں میری موجودگی اور اس کے انجام سے باخبر نہ کردیں اور وہ میری دسترس سے دور نکل جائے۔ میں نے اپنی رفتار قدرے تیز کردی۔

موہنی اور میرا درمیانی فاصلہ گھٹتا جارہا تھا۔

تیرہ نمبر میز پر بیٹھی ہوئی کم سن اور حسین لڑکی ابھی تک اپنے سامنے رکھے ہوئے جام سے کھیل رہی تھی۔ یہ موہنی کا ایک نیا روپ تھا جس کی تصدیق اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے بزرگ نے بھی کردی تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جس بیرے نے مجھے تیرہ نمبر کی میز کی بابت اشارہ کیا تھا اس وقت اس کا ذہن کسی گندی قوت کے قبضے میں تھا۔ وہ یقیناً کالکا کی پراسرار قوت ہی رہی ہوگی جو میرے لیے کام کرنے کا وعدہ کر چکی تھی۔ وہ خود کھل کر سامنے نہیں آسکتی تھی اسی لیے اس نے ہوٹل کے بیرے کے ذہن کو ایک لمحے کے لیے تسخیر کرکے موہنی کی شناخت کے لیے میری رہنمائی کا ذریعہ بنایا تھا۔

میں موہنی کی پشت پر تھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔ پہلے میری رفتار تیز تھی اس لیے کہ کہیں موہنی کو میری موجودگی کا علم نہ ہو جائے لیکن پھر مجھے کالکا کی بات یاد آگئی۔ اس نے کہا تھا وہ میرے اور موہنی کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دے گی کہ موہنی کی شکتی نظریں میری اصلیت کو نہیں بھانپ سکیں گی۔ موہنی کی موت کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ ندیم کا کون سا تخت تھا جسے موہنی اپنی کالی قوت کے جال میں پھانس کر ندیم کو قتل کرا دینے کا خواب دیکھ رہی تھی پھر میری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر قریب کی ایک میز پر قبضہ جمالیا جس پر ریزروڈ کا کارڈ موجود تھا۔ میں نے ایک نظر ندیم پر ڈالی جو ابھی تک ایک حسینہ سے بڑی بے تکلفی کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھا۔ میرے لیے اس وقت ندیم سے زیادہ موہنی پر نظر رکھنا ضروری تھا چنانچہ میں نے اپنی توجہ دوبارہ اس کی جانب مبذول کردی۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان کو بڑی قاتل نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس کی مترنم آواز ابھری۔

"تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے کیا درخواست کی تھی؟"

"ہاں۔۔۔ تمہیں حاصل کرنے کی خاطر مجھے ایک ایسے شخص کو قتل کرنا ہے جو اس وقت یہیں کہیں موجود ہے۔"

"پھر سوچ لو۔" موہنی نے بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنا ارادہ تبدیل کرلو۔"

"نہیں ایسا نہیں ہوگا۔" نوجوان نے کسی معمول جیسے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری صرف ایک حسین مسکراہٹ کی خاطر میں کسی کو بھی جہنم رسید کر سکتا ہوں۔"

"ادھر دیکھو۔۔۔" موہنی نے گردن کی خفیف جنبش سے ندیم کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ شخص جو نیلی ساڑھی میں ملبوس اس حسینہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے مسکرا مسکرا کر باتیں کررہا ہے وہی تمہارا شکار ہے۔"

خطباتِ خلفائے راشدین

★ ------ نصیر الدین حیدر

خلفائے راشدین کے عہد و خلافت میں جو احکام، فرامین، مکاتیب اور خطبات انہوں نے بیان کیے۔ مؤلف نے ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

یہ تالیف نہ صرف مذہبی حلقوں میں عزت و احترام کی نظروں سے پسند کی جائے گی بلکہ علمی و ادبی حلقوں میں بھی باعزت مقام حاصل کرے گی۔۔۔

قیمت : -/200 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

نوجوان کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا دل و دماغ پوری طرح موہنی کے قبضے میں ہے۔ ایک نظر ندیم کی جانب ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ موہنی سے مخاطب ہوا۔

"تم اس شخص کو کیوں مروانا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ پہلے اس نے مجھے دھوکا دیا اور اب کسی دوسری کی زندگی برباد کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"کہو تو ان دونوں کو گولیوں سے چھلنی کر دوں؟" نوجوان کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"نہیں۔" موہنی نے جلدی سے کہا۔ "تم کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم قانون کی نظروں میں آ جاؤ اور میں ایک طویل عرصے تک تمہاری راہ تکتی رہوں۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" نوجوان نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہارے حکم کے مطابق اس وقت میک اپ میں ہوں اس لیے قانون کی نظریں میرے اصلی چہرے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ میں اسے گولی مارتے ہی فرار ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" موہنی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "تم ویسا ہی کرو گے جیسا میں چاہتی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" نوجوان نے سعادت مندی سے پوچھا۔

میں اس نوجوان کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا پھر یکلخت مجھے ایک شاک سا لگا۔ میک اپ میں ہونے کے باوجود کم از کم میں اسے پہچان چکا تھا۔ وہ ندیم کے کیسینو کا بارٹنڈر تھا جو ندیم کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرے ذہن میں ندیم کے وہ جملے گونجنے لگے جو اس نے میری کار کو پیش آنے والے حادثے کے بعد مجھ سے ہسپتال میں کہے تھے۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ اب موہنی یا کاکا کی کالی طاقتیں اس کے کسی آدمی کو اپنا غلام نہیں بنا سکیں گی۔ یہ شاید اس کی خوش فہمی تھی اس لیے کہ اس وقت ندیم ہی کا ایک قابل اعتماد آدمی موہنی کے ساتھ بیٹھا اس کے قتل پر پوری طرح آمادہ نظر آ رہا تھا۔

"میری بات غور سے سنو۔" موہنی نے نوجوان سے کہا۔ "تم خاموشی سے جا کر اس کے قریب کھڑے ہو جاؤ۔ میں کچھ دیر کے لیے ہال کی تمام بتیاں بجھا دوں گی اور تم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے موت کے گھاٹ اتار کر فرار ہو جانا۔"

"گڈ۔" نوجوان نے مسرت کا اظہار کیا۔ "تم صرف حسین ہی نہیں خاصی ذہین بھی ہو لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"وہ کیا؟" موہنی نے نوجوان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس شخص کو اپنے راستے سے کیوں ہٹانا چاہتی ہو؟"

"صرف تمہاری خاطر۔" موہنی نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تم نہیں جانتے یہ شخص بہت بڑا بلیک میلر بھی ہے۔ اگر یہ زندہ رہا تو شاید میں تمہارے ساتھ خوشگوار زندگی نہ گزار سکوں گی۔ وہ قدم قدم پر ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا رہے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" نوجوان نے اپنا سیدھا ہاتھ پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کہیں اس شخص کا نام ندیم تو نہیں ہے جو ایک مقامی کیسینو کا مالک ہے۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح یاد آ گئی؟" موہنی کے لہجے میں حیرت تھی۔ اسے یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہو گا کہ نوجوان کا ذہن جو اس کے خیال کے مطابق اس کے قبضے میں تھا ندیم کی شناخت کس طرح کر رہا تھا۔

"مجھے یہ بھی یاد آگیا کہ میں کون ہوں۔" نوجوان نے اس بار موہنی کو حقارت سے تکتے ہوئے کہا۔ "میں اسی کے کیسینو کا بارٹنڈر ہوں جسے تم میرے ہاتھوں موت کی ابدی نیند سلانا چاہتی ہو لیکن میں نمک حرام نہیں ہوں۔ اب باس کی جگہ میں تمہیں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کروں گا۔" نوجوان نے جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس میں ایک پن پسٹل بھی موجود تھا۔

میرے لیے اب مزید انتظار کرنا مناسب نہیں تھا۔ ندیم نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب کوئی طاقت اس کے آدمیوں کو اپنا معمول نہیں بنا سکے گی۔ بارٹنڈر نے اچانک جو ایکشن لینے کی کوشش کی تھی وہ اس کے نمک حلال ہونے کا ثبوت تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے پن پسٹل سے نکلی ہوئی گولیاں موہنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی اس لیے کہ وہ وجود نہیں محض سایہ تھی۔

موہنی نے بڑی قہر آلود نگاہوں سے بارٹنڈر کو دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں الجھن کے علاوہ کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کا زہر بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ بارٹنڈر کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی لیکن میں نے اسے اس کی مہلت نہیں دی۔ تیزی سے اٹھ کر میں نے موہنی کا بازو تھاما پھر صندلی انگوٹھی اس کی پیشانی سے لگا دی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا منظر میں پہلے بھی دو موقعوں پر دیکھ چکا تھا۔ موہنی کا پورا وجود صندلی انگوٹھی کے لگتے ہی بھیانک آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے منہ سے بڑی بھیانک و کرب ناک چیخیں بلند ہو رہی تھیں پھر وہ تیورا کر زمین پر گری۔ اس کا جسم بس لمحے بھر میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اس کے بعد ہوا کا

ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی راکھ کو بھی سمیٹ لے گیا۔

ہال میں موجود تمام افراد میری سمت متوجہ تھے۔ ملی جلی دہشت ناک چیخ وپکار کی آوازیں میرے کان میں گونج رہی تھیں۔ میرے لیے یہاں سے بچ کر نکلنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ ایک لمحے کو میں بوکھلا کر رہ گیا۔ پکڑے جانے کی صورت میں نہ صرف میرے میک اپ کا بھرم کھل سکتا تھا بلکہ میری شہرت بھی داغ دار ہو سکتی تھی۔ میں اسی ادھیڑبن میں تھا کہ اچانک پورے ہال میں گھپ اندھیرا چھا گیا پھر کسی نے میری کلائی تھام کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے نکل چلو ورنہ بات بگڑ سکتی ہے۔" میں نے آواز کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ آواز سو فیصد "ماسٹری" کی تھی جس نے مجھے ایک بڑی مصیبت سے بروقت بچا لیا تھا۔

☆

اس رات ندیم سے میری ملاقات نہیں ہو سکی لیکن دوسری صبح جب میں دفتر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہا تھا وہ میرے سامنے آگیا۔ میں اس کے چہرے کے تاؤ کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔

"خیریت؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا تم رات کو سکون کی نیند نہیں سو سکے؟"

"اگر سو گیا ہوتا تو آج صبح کے اخبارات میں دربار ہال میں ہونے والی افراتفری کی خبر کے ساتھ تمہاری اصلی صورت کی تصویر بھی ضرور شائع ہوتی جس پر تم میک اپ کا لبادہ اوڑھ کر گئے تھے۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ ماسٹری نے مجھے بروقت وہاں سے نکلنے میں مدد دی۔" میں نے ندیم کی جھلاہٹ میں چھپی ہوئی اس محبت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا جو اس کے دل میں میرے لیے موجود تھی۔ "رات جلدی میں ذاتی طور پر میں اس کا شکریہ ادا کرنا بھول گیا تھا اس لیے اگر تمہاری اس کی ملاقات ہو تو۔۔۔"

"دفتر جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے ندیم کو بدستور گھورتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص کام؟"

"میری گاڑی موجود نہیں ہے۔ اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو مجھے ڈراپ کرتے ہوئے نکل جانا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر دوسری جانب سے دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

"زحمت تو بہرحال ہو گی لیکن تیم کی وجہ سے تمہارا بوجھ مجبوراً اٹھانا پڑے گا۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ میں نے اسے زیادہ چھیڑنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ صبح کے اخبارات میری نظر سے بھی گزر چکے تھے جس میں دربار ہال میں ہونے والے ہنگامے کا ذکر بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ موجود تھا۔ ان سرخیوں کے پیچھے یقیناً سلیمان شاہ اور ماہ رخ کی شخصیت کارفرما تھی ورنہ وہ خبر اتنی اہم بھی نہیں تھی کہ اسے پہلے صفحہ پر جگہ دی جاتی۔ خبر کے ساتھ سلیمان شاہ کا بیان بھی تھا جس میں ہوٹل کے سیکیورٹی کے نظام کو سخت الفاظ میں تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ماہ رخ کی تصویر بھی خبر کی زینت بڑھانے کے لیے شائع کی گئی تھی ندیم کی جھلاہٹ اپنی جگہ جائز تھی۔ ماسٹری نے اگر میری مدد نہ کی ہوتی شاید اس وقت میں اتنے سکون سے نہ ہوتا لیکن میں نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ محض ندیم کی زندگی بچانے کی خاطر کیا تھا ہرچند کہ ندیم کے کیسینو کا بارٹنڈر موہنی کے ٹرانس میں نہیں تھا مگر اول تو مجھے اس کا علم پہلے سے نہیں تھا اگر ہوتا جب بھی میں ندیم کی خاطر رسک ضرور لیتا اس لیے کہ بارٹنڈر کو اپنی کالی قوتوں کا نشانہ بنانے کے بعد موہنی ندیم کو قتل کرانے کی خاطر کوئی دوسرا ذریعہ بھی اختیار کر سکتی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ کاکا کا تصور بھی میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ اپنی جگہ غلط نہیں تھا۔ موہنی اور میرے درمیان اس نے یقیناً کوئی ایسی دیوار حائل کر دی تھی جس کی وجہ سے موہنی کو وہاں میری موجودگی کا علم نہیں ہو سکا اور میں اسے جلا کر راکھ کر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے راستے سے ایک اور دشمن ختم ہو چکا تھا۔

"تم بغیر بلاوے کے اس دعوت میں شریک ہونے کیوں پہنچ گئے تھے؟" ندیم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں تیم کو بن کہہ چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو اس نیلی ساڑھی والی حسینہ سے پوچھ کر ہی بتا سکتا ہوں تم جس کے ساتھ شیروشکر ہو رہے تھے۔"

"تمہیں اس بات کی خبر کس طرح ملی تھی کہ دربار ہال میں میرے اوپر قاتلانہ حملہ کیا جائے گا؟" ندیم نے میری بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا؟" اس بار میرے چونکنے کی باری تھی۔ "کیا تم کو اس حملے کی خبر قبل از وقت مل چکی تھی؟"

"ہاں۔ مجھے اس کی اطلاع اسی بارٹنڈر نے دے دی تھی جسے گندی قوتوں نے میرے قتل پر آمادہ کرنے کے لیے اپنا ہدف بنایا تھا۔"

"مجھے اس بات کی خبر ہوتی تو شاید وہاں جانے کی حماقت بھی نہ کرتا۔"

"لیکن مجھے اس کا علم تھا کہ تم ایسی کوئی حماقت ضرور کرو گے اسی وجہ سے میں نے ماسٹری کو تمہاری حفاظت پر مامور کیا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے جب مجھ سے کسی دعوت میں شرکت کے بارے میں دریافت کیا تھا مجھے اسی وقت

aazzamm@yahoo.com

شبہ ہو گیا تھا۔ تمہیں موہنی یا پھر تمہاری کالکا دیوی نے اس متوقع حملے سے باخبر کردیا ہو گا۔ کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تمہیں اس کی اطلاع کس کے ذریعے ملی تھی؟"

"کالکا کے ذریعے۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا پھر اس حملے سے متعلق اپنے اور کالکا کے درمیان ہونے والی تمام تفصیل دہراتا چلا گیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ موہنی کا قصہ پاک ہو چکا ہے؟"

"داور اور کومل ورما کے سلسلے میں بھی ایسی ہی صورت حال درپیش آئی تھی۔ وہ بھی جل کر راکھ ہونے کے بعد اپنا اپنا چیپٹر (Chapter) کلوز کر گئے ہیں۔" میں نے منڈلی اگھوڑھی کا ذکر درمیان سے حذف کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ موہنی کی بد روح بھی اب جہنم رسید ہو چکی ہے۔"

"تم نے موہنی کو جلا کر بھسم کر دینے کا ایکشن اتنی دیر میں کیوں لیا؟" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کی پلید قوت نے انکل کو موت کے گھاٹ اتارا تھا؟"

میں ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ ندیم کا وہ سوال میرے لیے غیر متوقع نہیں تھا لیکن کمبل پوش بزرگ نے مجھے سختی سے منع کر رکھا تھا۔ میں منڈلی اگھوڑھی کا ذکر کبھی زبان تک لانے کی کوشش نہ کروں ورنہ اس کی تاثیر جاتی رہے گی۔

"کیا کوئی ایسی ہی خاص بات ہے جو تم مجھ سے بھی چھپانا چاہتے ہو؟" ندیم نے شکوہ کیا۔

"نہیں۔ میں اس وقت کالکا کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بنانے کی کوشش کی۔ "دراصل موہنی کو جلا کر خاکستر کر دینے کا عمل اسی نے بتایا تھا۔"

"میری طرف غور سے دیکھو۔" ندیم جھلا گیا۔ "کیا میں تم کو صورت شکل سے اتنا ہی بے وقوف نظر آتا ہوں کہ تمہاری بات پر اعتبار کر لوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آ رہا؟"

"داور اور کومل ورما کو بھی تم نے ہی ختم کیا تھا۔" ندیم کے لہجے میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔ "کیا موہنی کو جہنم رسید کرنے کے لیے تمہیں وہ جنتر منتر انکل کی موت اور آنٹی کو پیش آنے والے سانحے کے بعد بھی یاد نہیں رہے تھے؟"

"یہی بات میں نے کالکا سے پوچھی تھی۔" میں نے ایک جھوٹ کو چھپانے کی خاطر دوسرا جھوٹ بولا۔ "اس نے کہا تھا کہ ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اس سے پیشتر سارے جنتر منتر بے کار ثابت ہوئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے جواب کو شکر میں لپٹی ہوئی کسی تلخ گولی کی طرح آسانی سے ہضم کر لوں گا؟"

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "دنیا میں کوئی اولاد جان بوجھ کر اپنے ماں باپ کے کسی شقی القلب دشمن سے اعانت نہیں کر سکتی۔"

"کالکا کے بارے میں اب تمہاری کیا رائے ہے؟" ندیم نے تملاتے ہوئے پوچھا۔

"میں حالات کے پیش نظر یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "فی الحال صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس نے موہنی کے سلسلے میں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔"

"کیا دیوی نے اس کی کھوئی ہوئی شکتی بحال کر دی ہے؟" ندیم کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

"جواب میں اس سے پوچھنے کے بعد ہی دے سکتا ہوں۔"

"گاڑی یہیں روک دو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔

"کیا مطلب؟ کیا تمہارا ارادہ کیسینو جانے کا نہیں ہے؟"

"تھا مگر اب نہیں ہے۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے گاڑی روکتے ہوئے پوچھا۔

"اب میرا ارادہ یہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ کر منزل مقصود تک پہنچنے کا ہے۔ بائی بائی۔" ندیم نے تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ میری طرف کوئی توجہ دیے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے نکل گیا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میرا ردعمل بھی وہی ہوتا۔ اس کی خفگی فطری تھی لیکن میری مجبوری بھی تھی کہ اپنی جگہ غلط نہیں تھا۔ میں کمبل پوش بزرگ سے کیے ہوئے وعدے کو نہیں توڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک لمبی سانس لی اور دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔

رومانی ناول

دل کا آنگن	سلمیٰ رعنا	75/-
کالے کنول	سلمیٰ رعنا	75/-
اور دیا جلتا رہا	سلمیٰ رعنا	100/-
موج گرداب	سلمیٰ رعنا	100/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور2

میرے ذہن میں کالکا کا تصور پھر ابھرا۔ میں نے اسے کئی بار آوازیں دیں لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید دیوی دیوتاؤں کو اس کی چال بازی کا علم ہو گیا تھا۔ کالکا نے آخری ملاقات میں یہی کہا تھا کہ اسے امید ہے دیوی دیوتا اس کی طرف سے کسی بغاوت کا شبہ نہیں کریں گے لیکن ان کو ذرا بھی شک ہو گیا تو کالکا کو آسمان اور زمین کے درمیان کسی ایسی جگہ قید کر دیا جائے گا جہاں کوئی دوسری طاقت اسے عتاب سے نہیں بچا سکے گی۔ موہنی کے سلسلے میں اپنا وعدہ پورا کرنے سے پیشتر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اب لیڈی مگلارنس کو بھی کوئی مناسب سبق ضرور دے گی جس نے میرے ذہن میں کالکا کے خلاف زہر بھرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری جانب لیڈی مگلارنس نے دعویٰ کیا تھا کہ کالکا کی مورتی اس کی ناقابل یقین لائبریری میں ایک شیشے کے بکس میں موجود ہے اور وہ بہت جلد کالکا کی روح کو بھی اپنے قبضے میں کر کے اس کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دے گی۔ حالات کے گراف کی لکیروں میں اتنے پیچ و خم تھے کہ ان کو سمجھنا میرے بس سے باہر تھا۔ کون صحیح تھا اور کون غلط اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کر سکتا تھا۔ بہرحال ایک حقیقت اپنی جگہ سو فیصد درست تھی کہ کالکا نے موہنی کا کانٹا درمیان سے نکالنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔

دفتر پہنچنے تک میرا ذہن ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف رہا پھر میں نے دفتر پہنچ کر اپنے آفس میں قدم رکھا تو خلاف توقع ماہ رخ کو وہاں بیٹھے دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس وقت بھی پورے کیل کانٹے سے لیس تھی۔ اس کے جسم پر موجود تنگ لباس اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ کس قماش کی عورت ہے۔ اس کی نگاہوں میں شراب کے ساغر چھلک رہے تھے۔ اس کی جگہ کوئی عام عورت ہوتی تو شاید اب تک خاصی بدنام ہو چکی ہوتی۔ اخبارات اور رسائل میں اس کے سیکڑوں اسکینڈل چھپ چکے ہوتے۔ عام فلمی اخبار کے پریس رپورٹر ہر وقت اس کی گھات میں لگے رہتے اور چٹپٹی اور گرما گرم خبریں شائع کر کے اپنی بزنس کو چمکانے کی کوششوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ میں حصہ لے رہے ہوتے۔ اسی ٹاپ کی عورتیں ان کے سرکولیشن کو بڑھانے میں سب سے اہم رول ادا کرتی ہیں لیکن وہ ماہ رخ کوئی عام عورت نہیں تھی۔ سلیمان شاہ سے منسوب ہونے کے بعد گویا اس کی قاتلانہ حرکتوں کو باقاعدہ لائسنس مل گیا تھا۔ اس کا ماضی قصہ پارینہ بن کر رہ گیا تھا۔ اب کسی اخبار یا رسالے کو اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ اس کے بارے میں کوئی غلط بات لکھ سکتے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سلیمان شاہ کس حیثیت کا مالک ہے اور ماہ رخ کی خوابیدہ پلکوں کی محض ایک جنبش ان کے کاروبار کو ہمیشہ کے لیے ٹھپ کرا سکتی تھی۔

"آپ۔۔۔ اور میرے دفتر میں؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ججھکتے سیاسی انداز میں کہا۔ "مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔"

"دل کے کسی نازک گوشے کو منتقل کر دیجیے۔ ممکن ہے آپ کو میری موجودگی کا یقین آ جائے۔" اس نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"آپ نے کیوں زحمت کی؟" میں نے اس کی آنکھوں کی ساحرانہ زد سے بچتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے ایک فون کر دیا ہوتا۔ میں حاضر ہو جاتا۔"

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا لیکن پھر ایک خوب صورت کہاوت یاد آ گئی۔"

"وہ کیا؟"

"کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔" اس نے بڑی نشیلی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے ایک خاص انداز میں کہا۔ "پیاسے کو خود چل کر کنویں تک جانا پڑتا ہے۔"

"آپ کی باتیں بڑی خوب صورت ہوتی ہیں۔"

"اور میرے بارے میں کیا رائے ہے؟" ماہ رخ نے اتنی بیباکی سے سرگوشی کی کہ میں بوکھلا کر رہ گیا۔

"آپ۔۔۔ آپ اپنی باتوں سے زیادہ خوب صورت ہیں۔"

"لیکن اتنی پرکشش بھی نہیں کہ کسی طاقت ور مقناطیس کی طرح آپ کو اپنی سمت کھینچ سکتی۔" اس نے بازاری انداز میں کہا۔ "اسی لیے خود کھنچی چلی آئی آپ کے قدموں میں۔"

"کیا پئیں گی آپ؟ کولڈ ڈرنک یا کافی؟" میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"کولڈ پینے سے انسان کے جذبات بھی کولڈ ہو جاتے ہیں۔" اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر جواب دیا پھر ہلکے لہجے میں بولی۔ "آپ تو جانتے ہیں کہ میں کیا پینے کی عادی ہوں؟ لیکن یہ جگہ اس کے لیے کچھ مناسب نہیں رہے گی۔ کیا خیال ہے؟" آخری جملہ ادا کرتے وقت وہ میز پر دونوں کہنیاں ٹیک کر کچھ اتنا جھک گئی تھی کہ خود مجھے اس کے جسم سے نظریں چرانی پڑیں۔

"میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں پینے پلانے کی علت سے دور ہوں۔"

"میری خاطر بھی نہیں۔" وہ مجھے موم کرنے کی خاطر اپنے حسن کی پوری تپش استعمال کر رہی تھی۔

"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"چلیے کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے پرسکون کمرے میں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرتے ہیں۔" اس کی رگ و پے سے شگفتگی پھوٹنے لگی۔ شاید وہ اپنے جذبات پر قابو پانے سے بھی قاصر

aazzamm@yahoo.com

ہو گئی تھی۔

"ضرور چلتا۔" میں نے جلدی سے بہانہ تراشنے کی کوشش کی۔ "لیکن آج میرے پاس کچھ غیر ملکی صنعت کار آنے والے ہیں اگر میں آپ کے ساتھ چلا گیا تو مجھے لاکھوں کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔"

"کبھی ہمارے ساتھ بھی ڈیل کر کے دیکھئے۔" وہ ایک ادا سے بولی۔ "اگر آپ کو کروڑوں کا فائدہ نہ ہو تو۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے دل پر قابو پاتے ہوئے اس کا جملہ کاٹا۔ "میں اس وقت کہیں جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار ماہ رخ کے لہجے میں بھی تلخی شامل تھی۔ "آپ شاید اس بات کی اہمیت کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ اس وقت ماہ رخ آپ کے پاس چل کر آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کل آپ کو مجبوراً میرے پاس آنا پڑے۔"

"اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک عرض کروں۔"

"جی۔" اس نے مجھے زخمی ناگن کی طرح گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "فرمایئے۔"

"دراصل میں شراب اور۔۔۔"

"میں آپ کو اس کے آگے کچھ کہنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" وہ یکلخت بل کھاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "فی الحال میں واپس جا رہی ہوں لیکن ایک بات کا خیال رکھیے گا۔ ماہ رخ نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ اب کنویں کو خود چل کر پیاسے تک جانے پر مجبور ہونا پڑے۔ اس وقت آپ میرے رحم و کرم پر ہوں گے۔ او کے بائی۔" اس نے قہر آلود نظروں سے مجھے دیکھا پھر تلملاتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

ماہ رخ کے آخری جملوں میں جو دھمکی تھی میں اس کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ ایک بار لندن میں گراہم کی داشتہ نے بھی مجھے اپنے آدمیوں سے اٹھوا لیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ کرشیا نے مجھے خاموشی سے اغوا کرایا تھا اور ماہ رخ مجھے باقاعدہ چیلنج کر کے گئی تھی۔ میں کچھ دیر تک اس نئی افتاد کے بارے میں غور کرتا رہا پھر میں نے ندیم سے فوری طور پر رابطہ قائم کرنے کی خاطر کئی نمبر گھمائے لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بہرحال میں نے ایک بات طے کر لی تھی۔ حالات خواہ کتنے ہی سنگین اور اذیت ناک کیوں نہ ہوں میں ماہ رخ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔

دوپہر کو میں اپنے کاموں میں مصروف تھا کہ ندیم کی کال آئی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو اس نے خنک لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ تم مجھے کئی جگہ فون کر چکے ہو۔" اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ابھی تک مجھ سے خفا ہے۔

"کیا ابھی تک تمہارا غصہ نہیں اترا۔" میں نے اسے ستانے کی خاطر کہا۔ "اسی بات پر دوستی کا دم بھرتے ہو۔"

"کام کی بات کرو۔"

"میں تمہیں یہ اطلاع دینا چاہ رہا تھا کہ میں کل تمہاری رہائش گاہ سے امی جان اور عارفہ کو لے کر ایک مقامی ہوٹل میں منتقل ہو رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے فی الحال ایک پورا سوٹ بک کرا لیا ہے۔ دو چار ماہ میں مکان تیار ہو گیا تو وہاں چلا جاؤں گا۔"

"بکواس نہیں۔" ندیم نے میری دھونس کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "فون کرنے کا مقصد کیا تھا؟"

"تمہیں یہ بتانا مقصود تھا کہ آج صبح جب میں دفتر پہنچا تو ماہ رخ وہاں پہلے سے موجود تھی۔"

"اس کے آنے کا مقصد کیا تھا؟"

"ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر پوری تفصیل دہرا دی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ وہ اگر ضد پر آ جائے تو سب کچھ کر سکتی ہے۔"

"تم ہی نے سب سے پہلے مجھے اس سے ملوایا تھا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"فکر مت کرو۔ میں ماہ رخ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ وہ تمہارا خیال دل سے نکال دے۔"

"اور اگر اس نے تمہاری بات بھی ماننے سے انکار کر دیا تو۔۔۔؟"

"پھر تمہیں اپنی زندگی کی خاطر تھوڑی بہت قربانی تو دینی ہی پڑے گی۔" ندیم کا جملہ معنی خیز تھا۔ اس کے لہجے میں اب وہ پہلے جیسا تناؤ بھی نہیں تھا۔

"کیا یہی بات تم عارفہ کے سامنے بھی کہہ سکتے ہو؟"

"کیا واقعی ماہ رخ نے تمہیں سنجیدگی سے دھمکی دی تھی؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے قدرے نفرت سے جواب دیا۔ "اسے غالباً سلیمان شاہ کی طرف سے ہر قسم کی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔"

"میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا۔ شاید میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔ جہاں سلیمان شاہ کی دال نہیں گلتی وہاں ماہ رخ کی بے باکی کا سحر کام کرتا ہے اور جہاں ماہ رخ کو کوئی کام پڑتا ہے وہاں سلیمان شاہ کا اثر و رسوخ کام آتا ہے۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "دونوں ایک دوسرے کی نجی زندگی سے بخوبی واقف ہیں لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے پر انگلی نہیں اٹھاتے۔"

"گویا دونوں ہی شیم پروف ہو کر رہ گئے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تم نے۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ تمہارے سمجھانے سے وہ سمجھ جائے گی؟" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے چھت کی طرف گھورا۔

"ہو سکتا ہے مان بھی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات کو اپنی جھوٹی انا کا مسئلہ بنا لے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "تم اس فاحشہ عورت کے لیے انا کا لفظ استعمال کر رہے ہو؟"

"اونچی سوسائٹی میں اس قسم کی داداگیری کو انا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "یہ چونکہ میرا مسئلہ ہے اس لیے اب میں ہی اس کا کوئی حل تلاش کروں گا۔"

"کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھنا۔" ندیم نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم کو ابھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ ماہ رخ اگر اپنی تریاہٹ پر اتر آئی تو وہ کسی زخمی ناگن سے بھی زیادہ زہریلی اور خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"جو سپیرے زہریلے سانپوں کا زہر نکالنے میں مہارت رکھتے ہیں وہ اس فن کو ماں کے پیٹ سے سیکھ کر دنیا میں قدم نہیں رکھتے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا پھر فون بند کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ندیم دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کر کے مجھے سمجھانے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

شام کو آفس بند ہونے کے بعد میں واپسی کے ارادے سے اٹھ رہا تھا کہ واثق کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ گھبرایا ہوا ہے۔ "کیا بات ہے مسٹر واثق؟" میں نے پوچھا۔ "آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

"جی ہاں سر۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔"

"ایک بات کہوں واثق صاحب۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "بزنس میں نفع اور نقصان ہونا میرے نزدیک نہ کبھی مسرت کا باعث بنا ہے نہ کبھی کسی نقصان پر میں نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے اگر آپ اس وقت مجھے یہ بتانے آئے ہیں کہ کسی پروجیکٹ پر نقصان کے امکانات ہیں تو پلیز آپ اسے اپنے ہی لیول پر نمٹانے کی کوشش کریں۔ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔"

"بات یہ نہیں ہے سر۔" واثق نے کہا۔ "دراصل میں آپ سے سائٹ نمبر تھری کے فورمین کے سلسلے میں کچھ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا ہوا اکرم شاہ کو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ اکرم شاہ میرا ایک بہت تجربہ کار اور دیانت دار ورکر تھا۔ پہلے وہ دانش کے ماتحت کام کرتا تھا پھر میں نے اسے دانش کی جگہ فورمین بنا دیا تھا۔ محنتی اور جاں نثار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قابل اعتماد بھی تھا۔ ماسٹر نوفی اور دانش ہی کی طرح وہ بھی اپنے وجود میں کسی آہنی چٹان سے کم نہیں تھا جسے تسخیر کرنا آسان نہیں تھا۔

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ اکرم شاہ کو بدمعاشوں نے خودکار اسلحے کے بل پر اغوا کر لیا ہے۔" واثق نے پریشان کن لہجے میں مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اکرم شاہ کے ساتھ جو افراد سائٹ نمبر تھری پر کام کر رہے تھے انہوں نے اسے بچانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اسلحے کے مقابلے پر ان کے قدم نہیں ٹک سکے۔ اغوا کرنے والوں نے خوف و ہراس پھیلانے کی خاطر ہوائی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ہمارا ایک ورکر زخمی بھی ہوا ہے جسے فوری طور پر ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس کا زخم تشویشناک نہیں ہے۔ ایک دو روز بعد اسے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔"

"آپ کو حادثے کی اطلاع کس نے دی ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہمارے ایک اوورسیر نے۔" واثق نے جواب دیا۔ "اس کے بیان کے مطابق بدمعاشوں کی ٹولی ایک ڈلیوری وین میں آئی تھی جو لوگ گاڑی سے کود کر باہر نکلے وہ سب نقاب پوش تھے۔ ان کی تعداد چار تھی۔ انہوں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ فائرنگ کر کے ورکروں کو دہشت زدہ کیا پھر اکرم شاہ کو گھسیٹتے ہوئے لے جا کر وین میں ڈال دیا۔ اکرم شاہ نے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی لیکن ایک نقاب پوش نے رائفل کا بٹ مار کر اسے زخمی کر دیا تھا۔"

"وین کا نمبر کیا تھا؟"

"اس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔"

"اور کوئی ایسی خاص نشانی جس کی بنا پر ہم مجرموں تک پہنچ سکیں۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں سر۔ وین کا رنگ سفید تھا لیکن اس پر کچھ تحریر نہیں تھا اور سفید رنگ کی وین اس شہر میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے قدرے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ میں اپنے ذرائع سے مجرموں کو ٹریس کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"کام جاری رکھنے کے سلسلے میں آپ کا کیا حکم ہے؟" واثق نے دبی زبان میں کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "آپ کو تو علم ہے سر کہ سائٹ نمبر تھری پہاڑی علاقے میں ہے جہاں قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں ہے۔"

"فی الحال آپ کام جاری رہنے دیں۔" میں نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "میں ورکروں کی حفاظت کا بندوبست بھی کرتا

aazzamm@yahoo.com

ہوں۔"

سوچی کو خلا کر راکھ کر دینے کے بعد میرا خیال تھا کہ مجھے سکون کا سانس لینے کا موقع میسر آجائے گا لیکن اکرم شاہ کے اغوا کی اطلاع نے پھر میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس اغوا کی واردات کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے سراج کو فون کیا وہ دفتر سے نکل چکا تھا لیکن گھر پر مل گیا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اکرم شاہ کے اغوا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سراج سے درخواست کی کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کر کے سائٹ نمبر فیکٹری پر پولیس کا حفاظتی دستہ تعینات کروائے تاکہ ورکر اپنا کام بغیر کسی خوف و ڈر کے جاری رکھ سکیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" سراج نے جواب دیا۔ "متعلقہ تھانے کا انچارج میرے دوستوں میں سے ہے۔ میں ابھی اسے فون کر کے پولیس پارٹی کو تعینات کرائے دیتا ہوں لیکن اس واردات کے پیچھے آپ کو کن لوگوں کا ہاتھ نظر آ رہا ہے؟"

"اگر مجھے اس کا علم ہوتا تو شاید میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میرے لہجے میں تھوڑی ترشی بھی شامل تھی۔ "میری ایک درخواست اور بھی ہے۔ میں اس واردات کی باقاعدہ رپورٹ درج کرانا پسند نہیں کروں گا۔"

"میں آپ کو ٹھنڈے دماغ سے کسی جوابی کارروائی کا مشورہ دوں گا۔" سراج نے کسی ماہر سراغ رسانوں جیسے انداز میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ مجرموں کا مقصد یہی ہو کہ آپ طیش میں آ کر کوئی غلط قدم اٹھائیں جو آپ کے لیے نقصان دہ اور مجرموں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔"

"میں بزنس مین ہوں مسٹر سراج۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "نفع اور نقصان کے بارے میں بھی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہوں۔ آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔"

"ویسے آپ کا شبہ کس پر ہے؟" سراج نے دریافت کیا۔ "مخالف قوتوں نے کہیں آپ کے خلاف پھر کوئی نیا جال تو نہیں بچھایا ہے؟"

"نہیں۔ یہ حرکت کسی انسان کی بزدلی کی علامت ہے۔"

"کہیں یہ کوئی انتقامی کارروائی تو نہیں ہے؟" سراج نے اپنے تجربے کی روشنی میں ایک شبے کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ رام دیال کے ساتھ جو کچھ پیش آیا ہے اکرم شاہ کا اغوا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہو۔ میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ رام دیال نے اپنی معطلی کے احکامات جاری ہونے سے پیشتر روشن جوزف کے ساتھ ساز باز کر کے مجھے اور آپ دونوں کو کسی تیرے شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے رام

اسلام کے نامور مجاہدین	قیمت کمین 50/-
اسلام کی نامور خواتین	قیمت کمین 40/-
سو مسلمان مشاہیر	قیمت کمین 75/-
ملک ملک کی عورتیں	قیمت کمین 35/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

دیال اور روشن جوزف کے نام پر چونکتے ہوئے کہا۔ "فی الحال میرے لیے کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنا آسان نہیں ہے۔"

"میں آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے ضرور یاد کر لیجیے گا۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔ اگر ضرورت پیش آئی تو میں آپ سے مدد کی درخواست ضرور کروں گا۔" میں نے سراج کا شکریہ ادا کر کے پھر فون کریڈل پر رکھ دیا۔ دفتر سے اٹھنے سے پہلے میں نے وائی کو دوبارہ اپنے کمرے میں بلایا۔

"میں نے آپ کے حکم کے مطابق ہدایت جاری کر دی ہے کہ سائٹ نمبر فیکٹری کا کام بند نہیں ہو گا۔" وائی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے وہاں پولیس کے دستے کی تعیناتی کا انتظام کروا دیا ہے۔" میں نے جواب دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "مسٹر وائی، میں ایک خاص کام آپ کو سونپنا چاہتا ہوں لیکن رازداری شرط ہے اس کی بھنک بھی کسی کو نہ لگنے پائے۔"

"آپ حکم دیں سر۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ آج ہی اس اوورسیر سے ملاقات کریں جس نے آپ کو اغوا کی اطلاع دی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ نقاب پوشوں کا حلیہ کیا تھا۔ انہوں نے کس قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ قد و قامت کیا تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا کلیو ہمارے ہاتھ آجائے جو اکرم شاہ کی بازیابی میں ہمارے کام آسکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب۔"

"اگر کوئی کار آمد بات معلوم ہو تو آپ مجھے رات میں کسی وقت بھی فون کر سکتے ہیں لیکن اوورسیر کو سختی سے اس بات کی تاکید کر دیجیے گا کہ وہ اس واردات کے سلسلے میں کسی اور سے کوئی بات نہ کرے۔"

"میں اسے تاکید کر دوں گا سر لیکن ایک بات سمجھ میں

نہیں آرہی۔ اکرم شاہ کو اغوا کرنے سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

"آپ ماسٹر ٹونی اور دانش کو کیوں بھول رہے ہیں۔ وہ بھی ہمارے ہی قابل اعتماد ورکر تھے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر آگیا۔

گھر جاتے وقت بھی میرے ذہن میں بیک وقت دو مسئلے چٹکیاں لے رہے تھے۔ ماہ رخ کی میرے دفتر میں آمد جو میرے لیے خلاف توقع تھی اور اکرم شاہ کا اغوا۔ ندیم نے مجھے ماہ رخ کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ وہ ایک کامیاب شکاری تھی۔ اپنے شکاریوں کو اپنے سامنے بے بس کرنے میں مہارت رکھتی تھی۔ سلیمان شاہ سے شادی سے پیشتر بھی وہ چھوٹے موٹے شکار مار لیا کرتی تھی۔ اس کے حسن کا جال بلاشبہ اتنا مضبوط تھا کہ اس میں آنے والا کوئی بھی شکار محض پھڑپھڑانے کے علاوہ فرار کا کوئی راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کا اندازہ میں نے پہلی ملاقات میں لگا لیا تھا لیکن سلیمان شاہ سے شادی کر لینے کے بعد اس کا زمین پر کھڑے ہو کر شکار کھیلنا یا شکار کر کے پیچھے پیچھے بھاگنا دوڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اب اسے زندگی کی تمام مراعات حاصل تھیں۔ وہ بڑے آرام سے کسی خوب صورت مچان میں بھی بیٹھ کر بڑے سے بڑے شکار کو اپنا نشانہ بنا سکتی تھی۔ اس کے بے شمار ملازم اس کے لیے درندوں کا ہانکا لگانے کو آمادہ ہو سکتے تھے۔ میں تو کوئی درندہ نہیں تھا۔ کوئی خون آشام بھیڑیا نہیں تھا۔ محض ایک انسان تھا پھر ماہ رخ نے ایک انسان کے لیے اپنی کچھار سے باہر نکلنے کی زحمت کیوں مول لی تھی؟ وہ گھر بیٹھے بھی مجھے اپنے جال میں پھانس سکتی تھی لیکن شاید وہ اپنا مقام بھول گئی تھی یا پھر میرے سلسلے میں زیادہ جذباتی ہو گئی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں دو تین بار اس کی زد میں آنے کے باوجود ابھی تک محفوظ رہا تھا۔ بہرحال اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے راضی بہ رضا خود کو اس کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا تو وہ مجھے زبردستی اٹھوا بھی سکتی ہے۔ میرے معاملے میں وہ حقیقتاً کسی آدم خور شیرنی کے روپ میں سامنے آئی تھی۔ دوسرا مسئلہ میرے لیے اکرم شاہ کا اغوا تھا۔ میں ہر زاویے سے سوچنے کے بعد بھی ابھی تک کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ جن لوگوں نے اس واردات میں رنگ بھرا تھا وہ کون لوگ تھے؟ کیا ان کی اکرم شاہ سے کوئی ذاتی دشمنی تھی یا وہ اسے اغوا کرنے کے بعد مجھے اپنی قوت بازو کا تماشا دکھانا چاہتے تھے؟

اچانک اکرم شاہ کے بارے میں سوچتے سوچتے مجھے ماسٹر ٹونی یاد آگیا جو میرے ایک اشارے پر بھڑکتی آگ کے شعلوں میں چھلانگ لگا سکتا تھا۔ خاصے دنوں سے میں اس کی عیادت کے لیے نہیں جا سکا تھا۔ ذہن الجھا ہوا تھا اس لیے میں نے غیر ارادی طور پر گاڑی کا رخ اس کی رہائش گاہ کی سمت موڑ دیا۔ وہ چونکہ میری وجہ سے معذور ہو کر رہ گیا تھا اس لیے اس کے سارے اخراجات کمپنی برداشت کر رہی تھی۔ میں نے حکم دے رکھا تھا کہ ماسٹر ٹونی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ہر طرح سے اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے لیکن یہ سب کچھ محض دل کا بہلاوہ تھا۔ میری ہمدردیاں یا میری دولت کی بھرمار بھی ماسٹر ٹونی کے ہاتھ پیر واپس نہیں دلا سکتے تھے۔

میں اس کے بیڈ روم میں داخل ہوا تو وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا شام کے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھا تو اس کے چہرے پر زندگی کی ایک رمق دوڑ گئی۔ اخبار ایک جانب اچھال کر بولا۔

"باس۔۔۔ آپ' زہے قسمت زہے نصیب۔"

"میں شرمندہ ہوں ماسٹر ٹونی۔" میں شرمندگی کا اظہار کیا' تھکے تھکے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "حالات اور واقعات نے اتنا گھیر رکھا تھا کہ مجھے تمہارے پاس آنے کی فرصت نہیں ملی لیکن میں اپنے آدمیوں سے برابر تمہاری خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے باس۔"

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"جب آپ جیسا مالک ہو تو پھر تکلیف کس چڑیا کا نام ہے۔" اس نے حسب معمول مسکرا کر جواب دیا۔

"ڈاکٹر روز آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں باس۔" ماسٹر ٹونی نے بڑی زندہ دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تو میرے زخم بھی خاصے بھر گئے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ چند دن ہیں روز کی بات اور ہے پھر وہ میرے مصنوعی ٹانگ لگا دے گا جس کے بعد۔۔۔" ماسٹر ٹونی بڑا ہمت والا شخص تھا لیکن اس وقت اس کی آواز رندھ سی گئی اور اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔

"مجھے بتاؤ ٹونی۔" میں نے مضطرب انداز میں تیزی سے پوچھا۔ "تمہیں کس بات کا غم ہے؟"

"غم۔۔۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "باس سوری میں آپ کے نمک کا حق ادا نہیں کر سکا اور اب تو۔۔۔"

"حماقت کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" میں نے اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اب تم میرے دفتر میں بیٹھ کر میرے ساتھ کام کرو گے۔ تم میرے لیے اب بھی اتنے ہی اہم ہو جتنے پہلے تھے۔"

ماسٹر ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی پلکوں کے گوشے ابھی تک نمناک نظر آ رہے تھے۔

"تمہیں دانش کے بارے میں تو علم ہو گیا ہو گا؟"

aazzamm@yahoo.com

"نہیں باس۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔" ٹونی نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ وہ بھی میرا ہی شاگرد ہے۔ کسی محاذ پر پیچھے نہیں ہٹے گا لیکن ــــ"

"لیکن کیا ــــ؟"

"ہم کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کو کن لوگوں نے مارا تھا؟" ٹونی کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔

"وہ مرا نہیں زندہ ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا تو ٹونی کا چہرہ اس طرح کھل اٹھا جیسے اسے برسوں پرانی کھوئی ہوئی کوئی نایاب شے مل گئی ہو۔

"وہ کہاں ہے باس؟" ٹونی نے شکوہ کیا۔ "مجھ سے ملنے بھی نہیں آیا۔"

"کسی خاص وجہ سے ہم نے اسے انڈر گراؤنڈ کر دیا تھا لیکن اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ چار دنوں میں کھل کر سامنے آجائے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اس وقت میں تم سے ایک اہم سلسلے میں مشورہ کرنے آیا ہوں۔"

"آپ حکم دو باس۔" ٹونی اپنی معذوری کے باوجود سینہ ٹھونک کر بولا۔ "مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تو کیا ہوا۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بھی آپ کے دشمنوں کو ایک ہی ہاتھ سے بھون سکتا ہوں۔"

"اکرم شاہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"وہ بھی اپنا ہی پٹھا ہے باس۔ نمک حرامی کبھی نہیں کرے گا چاہے جان چلی جائے۔" ٹونی نے پورے وثوق سے جواب دیا پھر فوراً ہی چونکتے ہوئے بولا۔ "باس آپ نے اس وقت اکرم شاہ کے بارے میں کیوں پوچھا؟ کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ تامل سے کہا۔ "کچھ افراد نے اسے اغوا کر لیا ہے۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" ٹونی چونکا۔ "کل رات ہی تو وہ مجھ سے مل کر گیا تھا۔"

"یہ سانحہ آج رونما ہوا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں اس وقت تم سے یہی معلوم کرنے آیا تھا کہ کیا تم اس اغوا کے سلسلے میں کسی پر شک ظاہر کر سکتے ہو؟"

ماسٹر ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چھت کو گھورنے لگا جیسے کوئی بھولی بسری اہم بات کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ کچھ دیر بعد خود ہی بولا۔

"میں اکرم شاہ کو بھی بہت قریب سے جانتا ہوں۔ دل گردے کے معاملے میں وہ دانش سے بھی تیز ہے۔ سینہ تان کر گولی کھانے والے جی داروں میں اس کا شمار کیا جا سکتا ہے لیکن بس ایک خرابی بھی ہے اس میں۔"

رومانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

"وہ کیا؟"

"اکرم شاہ لنگوٹ کا ذرا کچا تھا۔"

"کیا تم ایسی کسی لڑکی سے واقف ہو جس کی خاطر اکرم شاہ کو جذبہ رقابت کے تحت اغوا کر لیا گیا ہو؟"

"وہ بڑا نڈر اور بے خوف آدمی ہے باس۔" ٹونی نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھنورے کی طرح وہ لڑکیاں پالنے کا بھی عادی نہیں تھا۔ اس معاملے میں بڑا ہی ذلیل واقع ہوا تھا۔ ایک بار کسی لڑکی سے ملاقات کر لینے کے بعد دوسری بار اسے دیکھ کر یوں نظریں پھیر لیتا تھا جیسے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں ہو۔ میں نے کئی بار اسے اس سلسلے میں ڈانٹا ڈپٹا بھی تھا لیکن باس یہ عاشق ماشق کے چکر ہوتے ہی خراب ہیں۔ ایک بار آدمی اس لعنت کی بھنور پڑ جائے تو پھر اس کا نکلنا ذرا مشکل ہی ثابت ہوتا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے کیا اسے کسی لڑکی ہی کی خاطر اغوا کیا گیا ہوگا؟"

"میرا دل نہیں مانتا۔" ٹونی نے اپنے تجربے کی روشنی میں کہا۔ "جہاں رقابت کی آگ زیادہ بھڑکتی ہے وہاں کوئی اندر اور دم باہر کا فارمولا استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی کو اغوا کرنے کا کھڑاگ مول نہیں لیا جاتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلتا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"ون منٹ باس۔" ٹونی تیزی سے بولا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ میری طرح اکرم شاہ بھی کسی ماسٹر اسپرٹ کے عتاب کا شکار ہو گیا ہو۔"

"نہیں اب ایسا نہیں سوچا جا سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تمہاری والی ماسٹر اسپرٹ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"گڈ گاڈ۔" ٹونی نے اپنی چھاتی پر صلیب کا نشان بناتے

ہوئے کہا۔ "آئی واز شیور باس۔ یہ کالی چیلی طاقتیں بہت دیر تک نہیں چلتیں۔ ایک نہ ایک دن اوپر والا ان کے کھیل تماشے کا بھی "دی اینڈ" کر دیتا ہے۔ گاڈ از گریٹ۔"

میں ٹونی سے مل کر واپس ندیم کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ میرے ذہن میں اب وہ ماہ رخ سے زیادہ اکرم شاہ کا مسئلہ کھلبلی مچا رہا تھا۔ میں ہر امکانی پہلو پر غور کر رہا تھا۔ اکرم شاہ کا اغوا اس کے دل پھینک ہونے کی وجہ سے بھی ہو سکتا تھا لیکن اگر یہی بات تھی تو اسے اتنے لوگوں کی موجودگی میں بانگ دہل اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی رہائش گاہ پر بھی ٹھکانے لگایا جا سکتا تھا پھر وہ کون لوگ تھے جو اس واردات میں ملوث تھے۔ کیا ان کا مقصد صرف مجھے مرعوب کرنا تھا؟

میں اپنے خیالات میں اتنا مستغرق تھا کہ مجھے اس تعاقب کا شبہ بھی نہ ہو سکا تھا جو شاید میرے دفتر سے نکلنے کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا پھر میں اس وقت چونکا جب ایک سنسناتی ہوئی گولی نے پچھلے شیشے کو ایک جھناکے کی آواز کے ساتھ سیکڑوں حصوں میں منقسم کر دیا تھا۔ شیشے سے ٹکرانے کے بعد شاید گولی نے سلپ ہو کر اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا ورنہ شیشے کا کباڑہ کرنے کے بعد میری گردن کا منکا بھی موڑ سکتی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے گاڑی کو سڑک پر ایک لہرا دیا پھر عقب نما شیشے میں دیکھا۔ سفید رنگ کی ایک وین دندناتی ہوئی اب بھی میرے تعاقب میں تھی۔ روڈ سنسان تھی شاید میرے دشمنوں نے اسی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ قسمت ہی تھی جو میں بچ گیا۔ اس کے بعد ایکسیلیٹر پر میرے قدموں کا دباؤ بڑھ جانا ایک فطری عمل تھا۔ میرا اور سفید وین کا فاصلہ گھٹنے کی بجائے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا پستول بھی نکال لیا۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر جما کر میں نے دوسرے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے تین فائر جھونک مارے۔ یہ عمل میں نے محض دشمنوں کو یہ باور کرانے کی خاطر کیا تھا کہ اب میں محتاط ہو گیا ہوں۔ ورنہ خوف کی حالت میں کسی تیز رفتار گاڑی سے کسی دوسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے فرد یا افراد کو نشانہ بنانا اتنا آسان نہیں تھا اور خاص طور پر جب فائر کرنے والے پر ڈرائیونگ کی ذمے داری بھی عائد ہو۔

بہرحال میری جوابی کارروائی غیر موثر بھی ثابت نہیں ہوئی۔ سفید رنگ کی وین کی رفتار اب بتدریج کم ہونے لگی تھی پھر اچانک وہ بائیں جانب والی سڑک میں مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میرے ذہن میں اس وقت صرف ماہ رخ کی دھمکی آمیز جملے گونج رہے تھے لیکن وہ اتنی جلدی کارروائی کر گزرے گی مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر کاکا کو یاد کیا لیکن اس بار بھی دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

☆

"نہیں۔" ندیم نے پوری توجہ سے میری باتیں سننے کے بعد کہا۔ "اکرم شاہ کا اغوا اور تم پر ہونے والا قاتلانہ حملہ ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اس میں ماہ رخ کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں؟" میں نے ندیم کو شاکی نظروں سے گھورا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ ماہ رخ نے تمہیں اغوا کرانے کی دھمکی دی تھی۔ جان سے مروانے کو نہیں کہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے یہ غلطی اس کے آدمیوں سے سرزد ہو گئی ہو۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "ممکن ہے وہ مجھے ہراساں کر کے دبوچنے کے فکر میں ہوں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" ندیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ "اگر وہ ماہ رخ کے آدمی ہوتے تو تم پر کم از کم گولی چلانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے جھلا کر جواب دیا۔ "کیا وہ میرے قریب آکر دست بستہ اس بات کی درخواست کرتے کہ اے سو گستاخ تو نے ہماری آقازادی کے شیشہ دل کو اپنے انکار سے چکنا چور کر دیا ہے اس لیے شرافت اسی میں ہے کہ اپنی حماقت سے باز آجا۔ ہمارے ساتھ خاموشی سے چل کر ہماری آدم خور آقازادی کی خواہش پوری کر دے۔"

"کسی فلم کے لیے مکالمے لکھنا شروع کر دو۔ کامیاب رہو گے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو میں نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس نے میرا ہاتھ تھام لیا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "تم کہو تو میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ جن لوگوں نے تمہاری گاڑی پر فائرنگ کی ہے وہ ماہ رخ کے آدمی نہیں ہو سکتے۔"

"کوئی دلیل؟"

"سفید گاڑی دونوں وارداتوں میں ملوث ہے۔" ندیم نے دلیل پیش کی۔ "فرض کر لو کہ ماہ رخ ہی کے آدمی اس سفید وین میں تھے جس پر سے تم پر فائرنگ کی گئی لیکن تم بال بال بچ گئے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماہ رخ کو اکرم شاہ کو اغوا کرانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"دہشت گردی کے واقعات میں ایسی حرکتیں جان بوجھ کر کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔ اس کے علاوہ غنڈہ گردی کرنے والے اگر ذہین ہوں تو ایک محاذ پر توجہ مبذول کر کے دوسرے محاذ کو بہ آسانی سر کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ماہ رخ نے بھی محض اپنی بزدلانہ طاقت کا مظاہرہ کرنے کی خاطر پہلے اکرم شاہ کو اغوا کرایا ہو پھر مجھے اٹھوانے کی کوشش کی ہو۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ماہ رخ سے

aazzamm@yahoo.com

دوسری کو بات کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے ندیم کو دیکھا۔

"اس کی حالت تمہارے معاملے میں کسی زخمی ناگن جیسی ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تم دونوں کے معاملے میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش نہ کروں اس لیے کہ وہ تمہیں ہر قیمت پر شکار کرنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"کیا وہ مجھے اغوا کرانے کے بعد انتہائی بے شرمی سے اس بات پر مجبور کر دے گی کہ میں۔۔۔"

"تم مانو یا نہ مانو مگر ماہ رخ بڑے کام کی چیز ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "انسان اکثر تاریکی میں کائی پر پاؤں پڑنے سے پھسل جاتا ہے خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ اگر تم صرف ایک بار دن کے اجالے میں ذرا سا لڑکھڑا جاؤ تو کون سی قیامت آجائے گی۔"

"دانش کے بارے میں اب تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اگر تمہیں یقین ہے کہ موہنی کا قصہ پاک ہو چکا ہے تو دانش کو سامنے لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"میرا بھی مشورہ ہے کہ اب اسے کھلی ہوا میں سانس لینے کا موقع مل جانا چاہیے۔"

"لیکن تمہیں اس وقت اچانک دانش کا خیال کس طرح آگیا؟" ندیم نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ماسٹر ٹونی اور اکرم شاہ کے بعد اب دانش کی اہمیت میرے لیے اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم دانش کو پھر کسی محاذ پر آزمانا چاہتے ہو؟"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے ریسیور اٹھا لیا۔ کچھ دیر تک وہ محض ہوں ہاں کرتا رہا اور دوسری جانب سے کہی جانے والی بات غور سے سنتا رہا پھر اس کے چہرے کے تاثرات تلخ ہوتے چلے گئے۔ اس نے غصے سے پوچھا۔ "تم لوگ اس وقت کہاں مر گئے تھے؟" جواب میں دوسری جانب سے کسی کی جو ندیم نے جھلاتے ہوئے فون کریڈل پر پٹخ دیا۔

"کس کا فون تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ ندیم کے لب و لہجے سے یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے دوسری جانب سے کوئی اچھی خبر موصول نہیں ہوئی تھی۔

"ماسٹر ٹونی۔" ندیم کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا ہوا ماسٹر ٹونی کو؟" میں تقریباً چیخ اٹھا۔

"اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور وہ دونوں آدمی بھی کام آگئے جو تم نے اس کی خدمت پر مامور کیے تھے۔"

"ماسٹر ٹونی۔" میرے ذہن میں جیسے شیشے کی کوئی چیز ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔ ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں میرے وجود کے ایک ایک حصے میں چرکے لگا رہی تھیں۔ میری روح کو زخمی کر رہی تھیں۔ میں نے ایک لمحے کو ندیم کی جانب غور سے دیکھا۔ میرے دل کے نہاں خانوں میں یہ خواہش بڑی شدت سے ابھری تھی کہ ندیم مسکرا کر ماسٹر ٹونی والی خبر کی تردید کر دے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر میں نے ندیم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ تیزی سے اٹھ کر باہر کی جانب لپکا جہاں ابھی تک میری گاڑی پورٹیکو میں موجود تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ کر بڑی جلد بازی میں انجن اسٹارٹ کیا پھر طوفانی انداز میں اسے پھاٹک سے نکالتا ہوا کھلی سڑک پر لایا اور رفتار تیز کرتا چلا گیا۔

میں اپنے آپ کو ماسٹر ٹونی کا قاتل سمجھ رہا تھا۔ میں نے اگر اس سے ملاقات نہ کی ہوتی تو شاید وہ بچ بھی سکتا تھا۔ وہ لوگ جو میرے تعاقب میں لگے تھے میرے سلسلے میں ناکام ہونے کے بعد انہوں نے ٹونی کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا کر مجھے اپنی برتری کا احساس دلانے کی انتہائی بزدلانہ کوشش کی تھی لیکن آخر وہ لوگ کون تھے؟

☆

جائے واردات پر متعلقہ تھانے کے پولیس انسپکٹر ڈی ایس پی اور ان کے عملے کے افراد موجود تھے جو ضروری خانہ پری کرنے میں بہ ظاہر بڑی مہارت سے کام کر رہے تھے۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ شاید مقتول اور اس کے مردہ ساتھیوں کی روح کو مطمئن کرنے کی خاطر اس قسم کی کارکردگی دکھانا ہر پولیس آفیسر کا فرض سمجھا جاتا ہے لیکن لاشوں کو دفنانے کے بعد ان کی تمام کارکردگی سرد خانوں میں پڑی ہوئی فائلوں کے انبار تلے دب کر رہ جاتی ہے۔ کوئی قاتل اگر بد قسمتی سے شاذ و نادر ہی پولیس کے جال میں پھنس جائے تو اس کی بد قسمتی ہی کہا جا سکتا ہے ورنہ پولیس قاتل کی تلاش میں اپنا وقت برباد کرنا کچھ اتنا ضروری بھی نہیں سمجھتی۔ اس کو اور بھی ہزاروں مسائل کا سامنا درپیش رہتا ہے۔

میں دور کھڑا پولیس کی کارکردگی دیکھ رہا تھا۔ وہ جائے واردات اور مقتولین کی لاش کا ایک دوسرے سے فاصلہ ناپ رہے تھے۔ ان اشیا کی فہرست بڑی ایمانداری سے تیار کرنے میں مصروف تھے جو ان کے خیال میں مرنے والے سے زیادہ اہم تھیں۔ میں نے پہلی ہی نظر میں اندازہ لگا لیا تھا کہ ماسٹر ٹونی اور اس کی خدمت پر مامور دونوں افراد کے جسم خاکی سے ارواح عالم بالا کی سمت پرواز کر چکی ہیں۔ دوسری شکل میں اگر ان کے اندر زندگی کے دس پانچ سانس باقی بھی رہ جاتے تو پولیس کی ضروری تفتیش اور کاغذی خانہ پری کے درمیان ہی اپنا وقت

پورا کر لیتے۔ شاید اسے بھی ضابطے کی کارروائی بھی شمار کیا جاتا ہے؟

یہ ایک المیہ ہے کہ پولیس افسران مقتول کی بچی کھچی سانسوں کو محفوظ کرنے یا اسے فوری طبی امداد فراہم کرنے کی بجائے قاتل کی تلاش اور ضروری ثبوت کو حاصل کرنے کے سلسلے میں تفتیشی کارروائیوں کو اتنا طول دیتے ہیں کہ آخری سانسیں گننے والا بھی خدا کو پیارا ہو جاتا ہے اور اس ناکردہ جرم کی پاداش میں اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی انتہائی اہم تصور کیا جاتا ہے۔

بہرحال میں وہاں کسی رفاہی ادارے کے صدر کی حیثیت سے نہیں ٹونی کی خبر سن کر پہنچا تھا۔ مجھے اس کی موت سے زیادہ کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پولیس کے نوجوانوں نے اس پلنگ کے گرد حلقہ ڈال رکھا تھا جس پر ٹونی کی لاش موجود تھی۔ اس کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ قتل کرنے سے پیشتر شاید اسے تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار خراشیں نظر آرہی تھیں جن پر خون کی باریک باریک لکیریں ابھر رہی تھیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ ٹونی کے کمرے سے بلند ہونے والی چیخ و پکار کی آوازیں سن کر وہاں پہنچے تھے لیکن پھر قاتل یا قاتلوں نے ان کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔

میرے اندر کا آتش فشاں انگڑائیاں لے رہا تھا۔ ٹونی کی کسمپرسی کی موت نے میرے وجود کے اندر سلگنے والے لاوے کو ہوا دی تھی۔ میں بہ مشکل تمام صبر سے کام لے رہا تھا۔ اس عرصے میں ندیم بھی وہاں پہنچ چکا تھا اور میرے ساتھ ہی موجود تھا۔

چالیس منٹ کی کارروائی ضروری ناپ و تول اور کسی متوقع نشان کی تلاش کے بعد لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا گیا پھر انسپکٹر جس کا نام چترویدی تھا میرے قریب آکر بولا۔

"مجھے کاغذی خانہ پری کے لیے آپ کا بیان بھی قلم بند کرنا ہے۔"

"اس سے کیا حاصل ہو گا؟" میں نے حقارت سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ مجھے اس کا علم ہے کہ آپ بھی کسی زمانے میں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک اعلیٰ عہدے پر تعینات رہ چکے ہیں۔" وہ شاید مجھے کسی طرح پہچانتا تھا اس لیے نرمی سے بولا۔ "ضابطے کی کارروائی تو بہرحال کرنی پڑتی ہے۔"

"آپ مجھے کس طرح جانتے ہیں؟"

"میں آپ کے دوست مسٹر سراج کا ماتحت رہ چکا ہوں۔"

ٹونی کی لاش نظروں کے سامنے سے چلی گئی تو جیسے مجھ پر ایک عجیب سی غنودگی طاری ہونے لگی۔ جیسے میرے وجود کا ایک ایک حصہ مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ میں نے چترویدی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ڈرائنگ میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں بھی در و دیوار سے ویرانی ٹپک رہی تھی جیسے ایکدم تمام رنگ پھیکے پڑ کے دھندلا گئے تھے۔

"جی۔" میں نے تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ "آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے تھے۔"

"آپ قاتلوں کے سلسلے میں کسی پر اپنا شبہ ظاہر کر سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "قاتل وہی لوگ ہیں جو ٹونی کو مارنا چاہتے تھے یا پھر یوں سمجھیے کہ اس طرح وہ مجھ پر اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے خواہش مند تھے۔"

"کیا آپ کسی ایسے شخص کا نام بتانا پسند کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ قاتل صرف قاتل ہوتا ہے اس کا کوئی نام نہیں ہوتا۔"

"آئی سی۔" چترویدی نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو غالباً مقتول سے بہت زیادہ محبت تھی؟"

"شاید۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"بہرحال کیا آپ ان لوگوں کا نام جانتے ہیں جنھوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے؟"

"دشمن۔" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "کسی کی زندگی لینے والے کو دشمن یا قاتل ہی کہا جاتا ہے۔ اس کا کوئی نام کوئی دھرم، کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ رنگ و نسل کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ انسانی خون سے ہولی کھیلنا اور بے جان لاشوں پر کھڑے ہو کر فاتحانہ قہقہہ لگانا اس کا ایمان ہوتا ہے اور یہ ایمان دولت کے انبار سے خریدا جاتا ہے۔"

"لیکن پھر بھی۔۔۔"

"ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا ہے مسٹر چترویدی۔" میں نے سرد آواز میں کہا۔ "آپ قانون کا جھنڈا بلند رکھنے کے عادی ہیں۔ تفتیش کرنا اور مجرم کی شہ رگ تک پہنچنا آپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ آپ پوری توجہ، خلوص اور دیانت داری سے کسی مجرم کے تعاقب میں ہیں۔ ایک سنسناتی ہوئی گولی پیچھے سے آکر آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ آپ اس کو کیا نام دیں گے؟ قاتل یا دشمن؟"

"میں آپ کے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں لیکن آپ کا بیان میرے لیے اہم بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"پوچھیے۔" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ندیم میرے ساتھ ہی موجود تھا لیکن اس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی تھی۔ کوئی خاص مصلحت ہی رہی ہو گی جو اس نے بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"مرنے والے سے آپ کی ملاقات کب سے تھی؟"

aazzamm@yahoo.com

چترویدی نے کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً چار پانچ سال سے۔ مرنے والے کا نام ماسٹر ٹونی تھا اور وہ میرا سب سے قابل اعتماد ورکر تھا۔"

"کیا وہ شروع ہی سے اپاہج تھا؟"

"جی نہیں۔"

"پھر اس کی وہ حالت؟"

"یہ کالی اور ناپاک قوتوں کی کینگی کا نتیجہ تھا؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکتا۔" میں جھلا گیا۔ "آپ اس سلسلے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مسٹر سراج سے مل سکتے ہیں۔ مرنے والے کی کیس کی ابتدائی تفتیش وہ بہت پہلے کر چکے ہیں۔"

"موجودہ واردات کے پیچھے آپ کو کس پر شبہ ہے؟"

"سوری۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں اس سلسلے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں ابھی چالیس پینتالیس منٹ پہلے ٹونی سے مل کر گیا تھا۔ اس وقت وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" انسپکٹر نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا یہ بزنس جیلیسی کا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"آپ جس وقت مقتول سے ملے تھے اس وقت آپ کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسی اہم بات جو قاتل کی تلاش میں قانون کے کسی کام آ سکے؟"

"نہیں۔ میں صرف ٹونی کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔"

اسی لمحے ایک سپاہی اندر داخل ہوا اور انسپکٹر چترویدی کے کان میں کچھ کہہ کر واپس چلا گیا۔

"کیا آپ کا شبہ ان ہی سفلی اور کالی قوتوں پر ہے جس نے مقتول کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے بیزاری کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز۔ میں آپ کی موجودہ دلی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا ہوں لیکن قانون کے بھی کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی ایسی بات جانتے ہیں جو ہمارے کام آ سکتی ہے۔"

"یہ آپ کا ذاتی خیال ہے۔ میرا نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"جب میں پولیس کی ملازمت میں نہیں آیا تھا جب میرا خیال بھی یہی تھا کہ کسی دشمن کا حساب چکتا کرنے کے لیے انسان کو کسی دوسرے فریق کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے لیکن پولیس کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد مجھے بھی اپنا خیال تبدیل کرنا پڑا۔ اس لیے کہ پولیس کا محکمہ عوام کی خدمت کرنے اور مجرموں کی بیخ کنی کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ ویسے بھی ایک عام آدمی کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کوئی ایسا اقدام کرے جو۔۔۔"

"مسٹر چترویدی۔" میں نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی آپ نے مجھے یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ کسی زمانے میں میں بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔"

"مجھے یاد ہے سر لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر ہونٹ چبانے لگا لیکن اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"لیکن کیا؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کوئی اہم بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"انسپکٹر۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہارا نام چترویدی ہے اور میں چتر (چالاک) اور وید (ہندوؤں کی مقدس کتاب) کے مطلب بھی جانتا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کی اپنی ذات کے اندر بھی وہ تمام تر صلاحیتیں موجود ہوں جو اس کے نام کے اعتبار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ یار نامی آدمی کہیں کھیتوں میں ہل چلانے کے بجائے آرام سے اپنے عالیشان محل نما مکان میں بیٹھا چین کی بنسری بجا رہا ہوتا اور ٹانگ پر ٹانگ دھرے انگور کے خوشوں سے دل بہلا رہا ہوتا۔"

"کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟" انسپکٹر نے ایک بار پھر پہلو بدلا۔

"اس کا جواب سوال کی نوعیت پر منحصر ہے؟"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ جس گاڑی میں یہاں تشریف لائے ہیں اس کا پچھلا شیشہ کس طرح ٹوٹا تھا؟"

میرے ذہن میں وہ سپاہی ابھر آیا جس نے کچھ دیر پہلے کمرے میں داخل ہو کر چترویدی کے کان میں کوئی بات کی تھی۔ اس نے یقیناً اپنے نمبر بڑھانے کی خاطر انسپکٹر کو میری گاڑی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی اطلاع دی تھی۔

"یہ خبر بھی میں آپ ہی کی زبانی سن رہا ہوں۔" میں نے بڑے اعتماد سے جواب دیا پھر بے پروائی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے جلدی میں گاڑی بیک کرتے ہوئے شیشہ ٹوٹ گیا ہو یا پھر راستے میں کسی بچے کی شرارت اس کا نتیجہ رہی ہو لیکن میرے نزدیک شیشے کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی ایک انسان کی ہے جو بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں مبتلا ہونے کے باوجود انتہائی بے دردی اور سفاکی سے قتل کر دیا گیا۔"

"اس واردات کی اطلاع آپ کو کب ملی تھی؟" اس نے میرے پیش کردہ جواز کو زبردستی حلق کے نیچے اتارتے ہوئے ایک نئے زاویے سے مجھے گھیرنے کی کوشش کی۔

"میں نے اس وقت گھڑی نہیں دیکھی تھی لیکن غالباً بیس یا شاید پچیس منٹ پہلے کی بات ہے جب کسی نامعلوم آدمی نے مجھے ٹونی کی موت کی اطلاع دی تھی۔"

"آپ نے وہ آواز پہلے بھی سنی ہے یا اس آواز کے ذریعے آپ کسی پر اپنے شبے کا اظہار کر سکتے ہیں؟"

"وہ آواز میرے لیے قطعی اجنبی تھی اور میں نے اسے پہلی بار سنا تھا۔" میرا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"پیغام کیا دیا گیا تھا؟"

"یور ٹونی از ڈیڈ ناؤ۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"اور کچھ؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس نے شاید یہ بھی کہا تھا کہ ٹونی کی موت کو آگ اور خون کی ہولی کی ابتدا سمجھا جائے اس کے بعد رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔"

"آپ شاید بزنس کرتے ہیں؟"

"کیوں کیا بزنس کرنا کوئی جرم ہے؟" میں اب الجھنے لگا تھا۔ ندیم بدستور خاموش بیٹھا تھا۔

"آپ شاید میرا مطلب نہیں سمجھے مسٹر شہباز۔ کاروباری دنیا میں بھی کاروباری رقابتیں بھی ہوتی ہیں۔ انسان دولت کے حصول کی ایک ریس میں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی شدید کوشش کرتا ہے اور یہی شدت کبھی کبھی دشمنی کا رنگ بھی اختیار کر لیتی ہے۔"

"شاید۔ لیکن میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

انسپکٹر چترویدی یقیناً ایک چالاک، ذہین، محنتی اور دور اندیش آفیسر نظر آ رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے ہر ممکن زاویے سے مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

"مجھے افسوس ہے آپ کا قیمتی وقت ضائع ہوا؟" چترویدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بہرحال آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں اگر آپ کو کبھی میری ضرورت پیش آئے تو انکسار سے کام نہ لیں۔ میں آپ کے کسی کام آ کر خوشی محسوس کروں گا۔ ویسے رخصت ہونے سے پیشتر آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا ضروری چاہتا ہوں۔ میری ملازمت کا بیشتر حصہ سراج صاحب کے ساتھ گزرا ہے۔ اس لیے میں آپ کے بارے تھوڑی بہت معلومات تو بہرحال رکھتا ہوں۔" اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ باہر آ کر میں اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ندیم نے کہا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تمہاری گاڑی میرا ڈرائیور کچھ دیر بعد آ کر لے جائے گا۔"

میں خاموشی سے ندیم کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ماسٹر ٹونی کی موت نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دانش ابھی تک زیر زمین تھا۔ اکرم شاہ کو اغوا کیا جا چکا تھا اور میں اس مثلث میں الجھ کر کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر تین نام ابھر رہے تھے۔

ماہ رخ۔ رام دیال اور ہوشن جوزف۔

ماہ رخ ایک حسین خوب صورت اور زہریلی ناگن تھی۔ ممکن تھا جس وقت وہ مجھ سے ملنے آئی ہو اس وقت اس کے کچھ باڈی گارڈ بھی سادہ لباس میں رہے ہوں جنہوں نے میرا تعاقب کیا پھر اپنی ناکامی کی صورت میں مجھے خوف زدہ کرنے کی خاطر ماسٹر ٹونی پر چڑھ دوڑے ہوں۔ رام دیال پولیس کسٹڈی میں تھا لیکن اس کے بھی یقیناً کچھ چیلے ایسے ضرور ہوں گے جنہوں نے میرے مقابلے میں اس کی ذلت و رسوائی کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا ہوگا اور محض اپنا جھوٹی انا کو تسکین پہنچانے کی خاطر میرے آدمیوں سے انتقام لے رہے ہوں۔ دل کی بھڑاس نکالنے کا محاورہ شاید ایسے ہی بزدلوں کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔

تیسری شخصیت ہوشن جوزف کی تھی جو ابھی تک میرے مقابلے میں ہر محاذ پر شکست کھاتا رہا تھا۔ میں نے یا حالات نے اس کے بہت سارے قیمتی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ ابھی تک کھل کر سامنے نہیں آیا تھا لیکن ممکن تھا کہ ماسٹر ٹونی سے اس نے اپنی کارروائی کا آغاز کیا ہو۔ ان تین ناموں کے علاوہ اور بھی ایک دو نام تھے جو میرے ذہن میں تھے۔

"ماسٹر ٹونی کی موت کا مجھے بھی بہت دکھ ہے لیکن۔۔۔"

"دکھ کسی مردہ انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سرد آہ بھری۔ "یہ سب محض دل کا بہلاوہ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظوں سے ان کے رنجیدہ دلوں کو سکون مل جاتا ہوگا لیکن نہیں۔ ان کے زخم اور تازہ ہو کر رسنے لگتے ہیں۔"

"مجھے اس وقت تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہو رہا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اپنے دشمنوں کے بارے میں غور کرتا رہا جو اب تک میری خاموشی اور شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے تھے لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے کہ کسی بھی نشے کی لت بڑی دیر تک قائم رہتی ہے نشے کی اپنی علیحدہ ایک لذت ہوتی ہے جو بکھرے ہوئے ذہن کو سمیٹنے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے اس کے اثرات بلاشبہ کسی نوجوان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹتے رہتے ہیں لیکن یہی زہر وقتی طور پر اس کے لیے سکون کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ نشے کی حالت میں گرد و پیش کے حالات سے تمام دکھ درد سے بلکہ خود اپنے

aazzamm@yahoo.com

آپ سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ میری بے بسی کی وجہ بھی یہی تھی کہ ابھی تک میں نے پلٹ کر اپنے دشمنوں پر بھرپور وار نہیں کیا تھا۔ جنونی کیفیت میں ان کے جسموں کی بوٹیاں نہیں نوچی تھیں۔ ابھی تک انسان ہی تھا درندہ نہیں بنا تھا۔ شاید یہی میری کمزوری تھی جس سے میرے دشمن بارہا فائدہ اٹھا چکے تھے۔ شیر کے منہ کو ایک بار خون لگ جائے تو پھر وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ لوگ اس کے قریب جانے سے گریز کرتے ہیں مبادا کہ لقمہ اجل نہ بن جائیں لیکن ابھی تک میں نے خود کو بچائے رکھا تھا۔ ابھی تک میرے منہ کو خون نہیں لگا تھا لیکن اب پانی سر سے اونچا ہونے لگا تھا۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے والا تھا۔ ٹونی کی موت نے میرے اندر سلگنے والے آتش فشاں کو ٹھیس پہنچادی تھی۔ میں کسی وقت بھی پھٹ سکتا تھا۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ پانی کی سطح بلند ہونے لگتی ہے تو محافظوں کی نگاہیں خطرے کے نشان پر منڈلانے لگتی ہیں لیکن اچانک سیلاب کا ایک ایسا ریلا آتا ہے کہ وہ ہرے بھرے کھیتوں کھڑی فصلوں کے علاوہ ان افراد کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے جن کی نگاہیں آخری وقت تک خطرے کے نشان پر ہوتی ہیں۔ مضبوط پشتے اور بند جو ہفتوں اور مہینوں کی ریاضت کا نتیجہ ہوتے ہیں پل بھر میں خس و خاشاک کی طرح پانی کے ریلے میں بہہ جاتے ہیں۔ ان کے وجود کا ایک معمولی سا سراغ بھی نہیں ملتا۔ کبھی یہ سارا عمل بتدریج ہوتا ہے۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور جب بات حد سے گزر جائے تو پھر انسان انسان نہیں رہتا۔ باغی ہو جاتا ہے۔ قاتل بن جاتا ہے۔ اس کی دہشت گردی میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے پھر وہ پختہ ہو جاتا ہے تو انسانی زندگیوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیلنا اس کا دلچسپ مشغلہ بن جاتا ہے۔ اس کے لیے موت اور زندگی دونوں کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

میں بڑی سنجیدگی سے حالات پر غور کر رہا تھا لیکن ٹونی کی موت کے بعد اب میرے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ وہ میرا سب سے جاں نثار اور قابل اعتماد ساتھی تھا جسے پہلے میرے دشمنوں نے ہاتھ پاؤں سے محروم کیا پھر اس کی حالت پر رحم کھائے بغیر اسے اپنی بربریت کا نشانہ بنا ڈالا۔ ٹونی کی لاش ابھی تک میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ حلقوں سے ابلی ہوئی اس کی آنکھیں جیسے مجھ سے خراج مانگ رہی تھیں۔ اس کے جسم پر نظر آنے والے گولیوں کے نشانات پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔

"باس۔ یہ مردانگی نہیں ہے۔ سراسر بزدلی ہے۔ میں مفلوج ضرور تھا لیکن نامرد نہیں تھا۔ کاش وہ باسٹرڈ کے بچے ایک خودکار رائفل میرے ہاتھ میں بھی تھما دیتے پھر میں انہیں بتاتا کہ مرد کسے کہتے ہیں۔ دلیری کس چڑیا کا نام ہے۔ میں شاید اپنی بے بسی کی وجہ سے اپنا بچاؤ تو نہ کر سکتا لیکن دشمنوں کی کچھ نفری کو جہنم رسید کر کے دل کی حسرت ضرور پوری کر لیتا۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اس وقت شدید ذہنی سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔" ندیم نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

میں نے پلٹ کر ندیم کی سمت دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ میرا ایک عزیز، ایک دوست، ایک وفادار ساتھی درندگی کا نشانہ بنا دیا گیا تھا اور مجھے ذہنی سکون اور آرام کا مشورہ دیا جا رہا تھا۔

"تمہارا شبہ کس پر ہے۔" ندیم نے میرے ہونٹوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ کا مفہوم بھانپتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

"ماہ رخ۔" ندیم نے دبی زبان میں پوچھا۔

"شاید اسے بھی خارج از امکان نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کے علاوہ تم اور کس کی ذات پر شبہ کر رہے ہو۔"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے روکھی آواز میں جواب دیا۔ "ویسے ماسٹر ٹونی کی موت نے مجھے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"کیا تم نے اس سفید گاڑی کے نمبر دیکھنے کی کوشش کی تھی جس سے تمہارے اوپر فائر کیا گیا تھا۔"

"نہیں۔ مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا تھا۔"

"کیا اسی قسم کی سفید وین اکرم شاہ کے اغوا میں بھی استعمال کی گئی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"کیا ان حملوں کے پیچھے تمہیں [illegible] کا ہاتھ بھی محسوس ہو رہا ہے؟"

"سوہنی کے جل کے راکھ ہو جانے کے بعد بہ ظاہر اس کے امکان نظر نہیں آتے۔"

"اور وہ تمہاری کاکا۔"

"سوہنی کی موت کے بعد سے ابھی تک میرا اس کا رابطہ نہیں ہو سکا۔"

راستے میں ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں لیکن ہم کوئی آخری نتیجہ اخذ نہیں کر سکے۔ گھر پہنچے تو اپی، نسیم اور عارفہ سب ہی پریشان تھے۔ ندیم۔ [illegible] سب کو تسلی دی پھر میں ڈرائنگ روم میں آ گیا جہاں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ یہ نمبر اس کے علاوہ تھا جو ہمارے بیڈ روم میں موجود تھا اور اس کا علم مخصوص لوگوں کے سوا کسی اور کو نہیں تھا۔ ندیم میرے ساتھ تھا جس نے تیزی سے آگے بڑھ کر فون کا مائیک سسٹم آن کر دیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھا کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت مسٹر شہباز سے بات کر رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ایک اجنبی آواز ابھری۔ میں نے اس سے پیشتر اس آواز کو پہلے کہیں نہیں سنا تھا۔ ممکن ہے وہ آواز بنا کر بول رہا ہو۔

"ہاں۔ میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے اس بار ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

"مجھے تمہارے وفادار ساتھی ماسٹر ٹونی کی موت کا افسوس ہے لیکن وہ جس کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا اس کے لیے یہی بہتر تھا کہ۔۔۔"

"کون ہو تم؟" میں نے غصیلی آواز میں سوال کیا۔

"اپنا دوست ہی سمجھو۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"نام میں کیا رکھا ہے مسٹر شہباز، کام کی بات کرو۔" دوسری جانب سے سرد لہجہ اختیار کیا گیا۔ "ہم نے تمہیں اس وقت نیک مشورہ دینے کی خاطر فون کیا ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"صرف ایک چھوٹی سی درخواست ہے مائی ڈیئر۔ تمہارے حق میں بہتر ہو گا کہ تم میڈم کی بات شرافت سے مان لو۔ دوسری شکل میں ہم کو تمہیں اس کی خواب گاہ تک پہنچانے کا فرض سونپا گیا ہے۔" بولنے والے کے لہجے میں کھرا طنز تھا۔ "میرا خیال ہے کہ جو عیاشی ریوالور کی زد پر کی جائے اس میں کچھ زیادہ سواد نہیں ہوتا۔ تم شاید میری بات کا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"میڈم سے تمہاری مراد ماہ رخ ہے؟" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔

"تم جو چاہے نام دے سکتے ہو لیکن ہم خادم قسم کے بندے ہیں اس لیے ہر عورت کو میڈم ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے نفرت سے جواب دیا۔ "کیا تم ماہ رخ کے زر خرید کتے ہو؟"

"یہ بھی ایک اعزاز ہے مسٹر شہباز اس لیے کہ کتا بڑا وفادار جانور ہوتا ہے۔"

"کیا تم نے اس وقت صرف اپنی حیثیت کی وضاحت کی خاطر فون کیا تھا؟" میں جھلا گیا۔

"وفاداری کرنا ہمارا کام ہے لیکن میڈم کے نخرے تمہیں چاٹنے پڑیں گے۔" اس کے جواب میں زہر بھرا تھا۔ "یہ بھی اپنی اپنی قسمت کی بات ہوتی ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں حلق کے بل چلایا۔

"ایک بات غور سے سن لو مسٹر شہباز۔" اس بار سفاک لہجے میں جواب دیا گیا۔ "ہم تمہیں صرف ایک ہفتے کی مہلت دے رہے ہیں۔ شرافت سے راہ راست پر آجاؤ ورنہ شاید اپنے بندوں کی لاشیں گننا بھی تمہارے لیے دشوار ہو جائے۔"

اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ میں نے ریسیور رکھ کر ندیم کی جانب استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی نے تمہارے اور ماہ رخ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ماسٹر ٹونی کی موت میں کم از کم ماہ رخ کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"پھر فون پر خاص طور پر اس کا حوالہ کیوں دیا گیا؟ ایک ہفتے کی مہلت کس لیے دی گئی ہے؟" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے دوست۔ میں عورت کے معاملے میں تم سے زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر وہ اپنی ہٹ پر آجائے تو پھر پانی میں ڈوبے ہوئے انسان کا بھی پیچھا نہیں چھوڑتی اور ماہ رخ بھی کسی زہریلی ناگن سے کم نہیں ہے۔"

"تم اگر چاہو تو میں ماہ رخ سے فون کر کے ماسٹر ٹونی کی موت کی تصدیق کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بھوشن جوزف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کرشن شرما، مائیکل اسٹرانگ، روبی سومو، خان بابا، بہرام اور پھر چانگ۔ یہ سب اس کے قیمتی مہرے تھے جو ایک کے بعد ایک پٹتے چلے گئے۔ آخری کیل رام دیال کے تابوت میں ٹھوکی گئی۔ کیا یہ تمام باتیں اس بات کی نشاندہی نہیں کرتیں کہ ماسٹر ٹونی کی موت میں اس کے آدمی کا ہاتھ ہو اور اس نے ماہ رخ اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن ماسٹر ٹونی نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن تم روبی سومو کی موت کو کس خانے میں فٹ کرو گے؟ کیا تمہاری اور اس کی براہ راست کوئی دشمنی تھی؟"

"اس کی بات اور ہے؟" میں نے کہا۔ "اگر وہ زبان کھول دیتا تو بھوشن مصیبت میں پڑ سکتا ہے؟"

"ممکن ہے یہی صورت حال ٹونی کے ساتھ بھی پیش آئی ہو۔" ندیم نے دلیل پیش کی۔ "تمہارے دشمنوں نے اسے تمہارے خلاف خریدنے کی کوشش کی ہو اور بعد میں اس کے انکار پر اسے گولی ماردی ہو۔ ٹونی زندہ ہوتا تو ان لوگوں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ بھوشن بھی تمہاری طرح کاروباری آدمی ہے۔ وہ ہر قسم کے ناجائز دھندے کرتا ہے لیکن اپنے اثر و رسوخ سے ہر بار قانون کے پھندوں کو توڑ کر آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بینک کھول کر اپنے تمام عیبوں کو چھپالیا

aazzamm@yahoo.com

ہے تاکہ کوئی اس کی ذات پر شبہ نہ کر سکے۔ وہ اس قدر دولت مند ہے کہ اسے خود اپنی ماہانہ آمدنی کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ بہت سے لاوارثوں کا سربراہ ہے۔ بہت ساری فلاحی انجمنوں کا بوجھ بھی اس نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ اپنی پوزیشن اور ریپوٹیشن کو برقرار رکھنے کی خاطر بے دریغ دولت خرچ کرتا ہے۔ آئے دن بڑے بڑے ہوٹلوں میں حکومت کے ایسے سربراہ تو وہ لوگوں کی دعوتیں کرتا رہتا ہے جو وقت پڑنے پر اس کے کام آسکیں۔ کرشن شرماجی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ وہ جس وقت بھوشن کے لیے کروڑوں کا مال لے کر ہوائی اڈے پر اترا تھا اس وقت لاء منسٹر مس تھیں بھوشن جوزف کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ تم اپنی آنکھوں سے سراج کی بے بسی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو۔ اتفاق ہی تھا جو وہ مریض ہمارے ہاتھ آگیا ورنہ قانون تو بہرحال اسے اپنی گرفت میں لینے سے مجبور ہوگیا تھا۔"

حنفی کا کفن میلا ہو لینے دو پھر اطمینان سے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے بیزاری کا مظاہرہ کیا۔

"میں تمہیں کسی حماقت کی اجازت نہیں دوں گا۔" ندیم نے بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔

"پھر میرے پاس ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں تمہاری ماہ رخ کے قدموں پر جاکر سر نگا دوں۔" میں تلملا کر بولا۔

"میں تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہا ہوں۔ ایسی حالت میں کسی انسان کی حس لطیف کو نہیں چھیڑا جاسکتا ورنہ ماہ رخ کچھ ایسی ٹیڑھی کھیر بھی نہیں ہے جس کے مسئلے کو حل نہ کیا جاسکے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ اس نے کم و بیش وہی تمام گفتگو دہرائی جو میرے اور چترویدی کے درمیان ہو چکی تھی۔ ماسٹر ٹونی کی موت کے سلسلے میں اس نے اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دبی زبان میں مجھے مشورہ دیا تھا کہ انسپکٹر چترویدی اس کے خاص ماتحتوں میں رہ چکا ہے اور اس پر اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ سراج نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔ "وہ بہت ذہین اور وفادار آفیسر ہے۔ نڈر اور بے خوف بھی ہے اس لیے آپ کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ابھی میں خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تو چترویدی سے کیا مدد لے سکتا ہوں؟" میں نے سراج کو کاٹنے کی کوشش کی۔

"میرے لائق کوئی خدمت؟"

"بہت بہت شکریہ مسٹر سراج، ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو جلدی تکلیف دوں۔"

"میں اسے اپنی عزت افزائی تصور کروں گا۔"

سراج سے فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد میں باہر ورانڈے میں آگیا جہاں نسیم اور عارفہ امی جان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ عارفہ نے میری طرف غور سے دیکھا۔ وہ میرے چہرے کے تاثرات سے میری ذہنی پریشانیوں کا اندازہ لگا چکی تھی اسی لیے اس نے مجھے اس موقع پر کریدنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ میرے لیے ایک اچھی ہم سفر ثابت ہو رہی تھی۔

ندیم نے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر امی جان سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ نسیم بھی اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ بظاہر میں بھی دوسروں کے ساتھ گفتگو میں حصہ لے رہا تھا لیکن میرا ذہن ابھی تک ماسٹر ٹونی کے قتل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندیم نے جو دلیلیں پیش کی تھیں اس کے الفاظ ابھی میرے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ بھوشن نے ابھی تک سامنے آکر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی اس کی دوغلی شخصیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

بھوشن کو نیچا دکھانے اور قانون کی گرفت تک پہنچانے کے لیے میں اپنے ذہن میں مختلف منصوبے بناتا اور توڑتا رہا پھر یکلخت میرے تصور میں گیتا کا تصور روشنی بن کر جگمگا اٹھا۔

گیتا کا نام ذہن میں ابھرتے ہی مجھے کرشن شرما یاد آگیا جو بھوشن جوزف کے جال میں پھنس گیا تھا پھر بھوشن نے اس کے پر کاٹ دیے تھے تاکہ وہ قفس کی خوب صورت تیلیوں کو توڑ کر فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔

وہ ایک وفادار ملازم تھا جو دو سال تک بھوشن کے لیے ڈرائیوری کے فرائض انجام دیتا رہا تھا۔ اپنی آسانی کے لیے بھوشن نے اسے اور اس کی بیوی کو سرونٹ کوارٹر میں ایک کمرہ دے دیا تھا پھر شاید کرشن شرما کی بدقسمتی ہی تھی جو بھوشن کی نظر اس کی بیوی پر پڑ گئی۔ گیتا نوجوان تھی خوب صورت تھی۔ اس کے اندر جنس مخالف کے لیے بے پناہ کشش تھی۔ اس کے تیکھے نقوش اور تراشیدہ نشیب و فراز دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتے تھے۔

بھوشن اس لائن کا پرانا اور شوقین کھلاڑی تھا۔ کئی بار وہ کرشن شرما کے بارے میں بھی غور کر چکا تھا کہ اسے اپنے کسی کالے دھندے سے لگا دے اس لیے کہ کرشن شرما قابل رشک صحت کا مالک تھا اور ڈرائیور کی وردی پہننے کے باوجود اس کی شخصیت میں ایک شان نظر آتی تھی لیکن وہ ضرورت سے زیادہ ایماندار واقع ہوا تھا اس لیے بھوشن نے کبھی اس کی شخصیت سے کوئی رسک لینے کی کوشش نہیں کی لیکن گیتا کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس کے شیطانی ذہن میں ایک تیر سے دو شکار کرنے کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ اس نے کسی طرح گیتا کو

حسن بن صباح

★ شہنشاہ حشیش اور ابلیس وقت

جو چھتیس (36) سال تک قلعہ الموت میں ایک نظر فریب جنت ارضی بنا کر بیٹھا رہا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے جید علماء کرام اور محدثین، مفسرین، مفکرین اور ارکان سلطنت کے خون سے ہولی کھیلتا رہا۔۔۔۔ مسلمان والیانِ ریاست اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔۔۔۔۔

اسی ساحر اور مرتد کی رنگین اور خوفناک داستان
الماس ایم۔اے کے سحر انگیز قلم سے۔۔۔۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔لاہور 2
قیمت/125 روپے

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

سبز باغ دکھا کر اس کی زندگی برباد کردی پھر اس کے بعد اس کی کچھ ایسی قابل اعتراض تصاویر بھی ہوا لیں جس نے گیتا کے لبوں پر خاموش رہنے کی مہر ثبت کردی پھر ایک دن موقع پا کر اس نے کرشن شرما کو اپنے ڈرائنگ روم میں طلب کیا۔ وہ پہلا موقع تھا جب کرشن شرما نے اس خوبصورت اور شاندار ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تھا جہاں کی آب و تاب دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"بیٹھو کرشن شرما" آج میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیں سرکار۔" کرشن شرما نے بھوشن کے قدموں میں دبیز قالین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم ایک ایماندار اور وفادار ملازم ہو۔" بھوشن نے جام اٹھا کر اعلیٰ قسم کی شراب کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔

"یہ سب آپ کی کرپا ہے۔ جب مالک آپ جیسا دیالو ہو تو سیوک کوئی غلط قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"میں تمہیں تمہاری ایمانداری کا ایک شاندار انعام دینے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" بھوشن نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں بولا۔ "تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر پہنچا دوں؟"

"میں سمجھا نہیں مالک۔" کرشن شرما نے آنکھ جھپکاتے ہوئے سوال کیا۔ فوری طور پر اس غریب کے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ بھوشن نشے کی حالت میں اس کے ساتھ کوئی مذاق کر رہا تھا۔

"کرشن شرما۔" اس بار بھوشن نے کسی آدم خور چیتے کی مانند اپنی چمک دار آنکھیں کرشن ورما کے چہرے پر گاڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ جائز کاروبار کی آڑ میں تمہارا یہ سفید پوش مالک بہت سارے کالے دھندوں میں بھی ملوث ہے۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مالک؟" کرشن شرما کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اور اب میں تمہیں بھی ترقی دے کر اپنے ساتھ اسی کالے دھندے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔" بھوشن نحوس لہجے میں بولا۔ "کہو۔ کیا تمہیں یہ بات منظور ہے؟"

"دو وقت کی روکھی سوکھی مل جاتی ہے۔ یہی ہم میاں بیوی کے لیے بہت کافی ہے۔" کرشن شرما نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "ہم جس حال میں بھی ہیں بہت خوش ہیں مالک۔"

"گویا تمہیں میرے حکم سے انکار ہے۔" بھوشن کی کشادہ پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"میں ڈرائیور ہوں مالک۔ مجھے بس ڈرائیور ہی رہنے دیں۔" کرشن شرما نے بھوشن کے چہرے کے تیکھے تاثرات دیکھ کر ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ "بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب کوئی چھوٹا پرندہ اونچی اڑان اڑنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔"

"اور اگر تمہاری یہ بے ہودہ منطق سننے کے بعد بھی میں تم سے اصرار کروں تو؟"

"میں شما کی بنتی کروں گا۔" کرشن شرما نے ہاتھ جوڑ لیے۔ "میں جہاں ہوں مجھے وہیں رہنے دیجیے مالک' آپ کا بڑا اپکار ہوگا۔"

"تمہارے رہنے کے لیے ایک علیحدہ مکان ہوگا۔"

"مالک۔"

"سواری کے لیے تمہاری اپنی گاڑی ہوگی۔" بھوشن نے ایک اور چسکی لیتے ہوئے کہا۔ "کل سے تم ایک نئی زندگی کا آغاز کرو گے لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی آنکھیں بدستور کرشن شرما پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر رقص ابلیس جاری تھا۔

"لیکن کیا مالک۔۔۔؟" کرشن نے شرماتے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کچھ عرصے کے لیے تمہیں اس نئے مکان میں بالکل تنہا رہنا ہوگا۔ جب تک تمہاری ٹریننگ مکمل نہ ہو جائے۔"

"اور گیتا کہاں رہے گی؟" کرشن شرما چونکا۔ "ڈرائیور ہونے کے سبب وہ بھوشن کی نجی زندگی سے بھی تھوڑا بہت واقف تھا۔

"میرے پاس۔۔۔ شہزادیوں کی طرح۔" بھوشن کے ہونٹوں پر درندوں جیسی غلیظ مسکراہٹ تھی۔ "میں اس کا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔"

کرشن شرما نے آج تک مالکوں کے آگے بھی زبان نہیں کھولی تھی لیکن گیتا سے وہ بہت ٹوٹ کر محبت کرتا تھا۔ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی وہ ایک رات بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں رہے تھے۔ اس نے کئی بار ہمت کی کہ گیتا سے علیحدہ رہنے والی شرط ماننے سے انکار کردے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

"کیا سوچ رہے ہو کرشن شرما؟" بھوشن نے کسی کامیاب شکاری کی طرح اس کی طرف دیکھا جو پوری طرح اس کے جال میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"مالک۔۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے پہلو بدل کر کہا۔ "میں آپ کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں لیکن گیتا۔۔۔"

"وہی تو اصلی ترپ کارڈ ہے۔" بھوشن کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔

"ترپ کارڈ۔ میں سمجھا نہیں۔" کرشن شرما نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"تاش کی پوری گڈی کا وہ سب سے اہم پتا جو ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے سب سے زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔"

"میں۔ ابھی کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا مالک۔" کرشن شرما نے ہمت کی۔ "گیتا سے پوچھنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"وہ تمہیں اب اپنے کوارٹر میں نہیں ملے گی۔" بھوشن نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"خوب صورت اور سندر چیزیں صرف اپنے مقام پر شوبھا دیتی ہیں۔" بھوشن کہتا چلا گیا۔ "میں نے تمہاری گیتا کو کچھ دنوں کے لیے اپنی داسی بنالیا ہے۔ وہ جس حال میں ہے اس حال میں دیکھ کر شاید تمہاری آنکھیں بھی چندھیا جائیں گی۔ تم اسے میرے پاس اپنی امانت سمجھ کر رہنے دو۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تم پوری طرح ہمارے رنگ میں ڈھل چکے ہو تو وہ تمہیں مل جائے گی۔ اس وقت تک کے لیے گیتا کو اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے مالک۔ گیتا میری آتما ہے اور آتما کے بغیر شریر زندہ نہیں رہ سکتا۔" کرشن شرما نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔ آپ کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں لیکن گیتا کو میرے پاس ہی رہنے دیں۔"

"میری بات دھیان سے سنو کرشن شرما۔" بھوشن نے ایک سگار جلا کر اس کا کش لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے جس کاروبار کا ذکر کیا ہے اس میں آگے بڑھنے کے لیے تو کئی راستے ہوتے ہیں لیکن واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور تم جانتے ہو کہ میں ایسے کاموں میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں ہوں۔ ایک معمولی سی غلطی کروڑوں کا نقصان بن جاتی ہے اور ایک کروڑ کتنے ہوتے ہیں تمہیں ابھی اس کا اندازہ نہیں ہے۔ تم نے تو کبھی چھتر کے ایک کروڑ ٹکڑے بھی نہیں دیکھے ہوں گے بہرحال' جب تک تم ہمارے انڈر کام کرتے رہو گے گیتا ہمارے پاس بطور یرغمال رہے گی۔ یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ اور تم جانتے ہو کہ میں اپنے فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"مالک۔" کرشن شرما نے بڑی ہمت کر کے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "آپ کی بڑی کرپا ہوگی اگر آپ میری چھٹی کردیں۔"

"میں نے بچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ بہتر ہے کہ ضد کرنے کے بجائے خوشی خوشی تیار ہو جاؤ اور عیش کرو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مالک' لیکن مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے۔"

"تم بھوشن جوزف کے حکم سے انکار کر سکتے ہو؟"

"میں بنتی کرتا ہوں مالک کہ۔۔۔"

"او۔ کے۔" بھوشن زہر خند سے بولا پھر اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر کرشن شرما کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے کھول کر اچھی طرح دیکھ لو۔ اس میں تمہارے کام کی کچھ چیزیں ہیں۔ انہیں غور سے دیکھو پھر اس کے بعد بتاؤ کہ تمہارا فیصلہ کیا ہے۔"

کرشن شرما نے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ کھولا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اپنے قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا جو گیتا کی تصویروں کو ایک نئے رنگ میں دیکھ رہی تھیں جسے لباس کی قید و بند سے آزاد کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں ایکسپوز کیا گیا تھا کہ گیتا ہی کی شکل واضح طور پر نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ انداز میں بے خودی اور خود سپردگی میں بے شرمی اور بے حیائی اپنے عروج کو چھو رہی تھی۔

کرشن شرما ان تصاویر کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے گیتا کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہ بدکرداری کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں اسے نشے میں وحشت کرانے کے بعد اس کی وہ گت بنائی گئی تھی۔

کرشن شرما کی آنکھیں ساون بھادوں کے بادلوں کی طرح برس پڑیں پھر اپنی عزت بچانے کی خاطر وہ بھوشن کے بچھائے ہوئے جال میں پوری طرح بڑی مضبوطی سے جکڑ گیا تھا۔

میرے ذہن نے جس کہانی کو جنم دیا تھا وہ کم و بیش کرشن شرما کی اس آخری خواہش کے فریم میں بالکل فٹ بیٹھتی تھی جس میں اس نے بڑی حیرت بھری آواز میں کہا کہ وہ بھوشن کو اپنے ہاتھ سے گولی مارنا چاہتا ہے۔ اس نے بھوشن کے ساتھ کالے دھندے میں گزارے ہوئے کسی ایک لمحے کو بھی ہم سے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انتقام کی آگ اس کے جسم کے ایک ایک حصے سے شعلہ بن کر بھڑک رہی تھی لیکن ہماری ایک چھوٹی سی غلطی نے اس کی آخری خواہش نہیں پوری ہونے دی۔

ندیم نے کرشن شرما کی پوری ویڈیو فلم بنوا رکھی تھی جس میں اس کا تفصیلی بیان بھی موجود تھا۔ اس کے بعد ہم نے کرشن شرما کو اہم ثبوت کے طور پر سراج تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اسے بڑی رازداری سے ہوٹل ا۔ مسٹڈر کے روم نمبر دو سو با ئیس میں پہنچا کر سراج کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کرشن شرما کا بیان اور وہ ویڈیو فلم بھوشن کے چہرے سے شرافت کا نقاب اتارنے میں بڑی موثر ثابت ہوگی لیکن ندیم کو اس کے آدمیوں نے یہ اطلاع وقت گزرنے کے بعد دی تھی کہ ا۔ مسٹڈر ہوٹل میں بھی بھوشن کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ کرشن شرما کو مریض کی حالت میں دیکھنے کے بعد

aazzamm@yahoo.com

ہوٹل کی انتظامیہ یا بھوشن کے سفید لباس والوں نے اس کی اطلاع اوپر تک ضرور پہنچادی ہوگی اور پھر اس سے پہلے کہ قانون کے آہنی ہاتھ بھوشن کی گردن دبوچنے کی خاطر کرشن شرما تک پہنچتے اسے قتل کروا دیا گیا تھا۔

میں بڑی سنجیدگی سے گیتا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ کرشن شرما کے بعد اب گیتا ہمارے کام آسکتی تھی۔ اس کا تحریری بیان کرشن شرما کی بنائی جانے والی وڈیو کیسٹ پولیس کے لیے کارآمد ہو سکتی تھیں۔ "لیکن کیا بھوشن نے متعدد اہم آدمیوں کو گنوا دینے کے بعد گیتا کو ابھی تک زندہ رکھا ہوگا؟" یہ ایک سوال میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔

ندیم نے مجھے اچانک اپنے خیالوں میں مستغرق اور گم صم دیکھا تو کہنی مار کر بولا۔

"یہ جناب اس قدر جمع حاضر اور واحد غائب کیوں نظر آرہے ہیں۔"

"کچھ نہیں۔" میں چونکا۔

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔" ندیم کے لہجے میں شوخی تھی۔

"کیا ہمیں بھی نہیں بتائیں گے کہ اس طرح بیٹھے بیٹھے کھو جانے کا اصل راز کیا ہے۔" نسیم نے گرہ لگائی۔ "کوئی نئی لیڈی سیکریٹری رکھ لی ہے؟"

"اگر میری زندگی میں ایسا ہوا تو میں ہر قیمت پر عارفہ کا ساتھ دوں گا۔" ندیم نے سنجیدگی اختیار کی۔ "بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس نئی سیکریٹری کو چوٹی پکڑ کر دفتر سے نکال دوں۔"

"اور اگر وہ کوئی ماڈرن ہوئی اور چوٹی رکھنے کے خلاف ہوئی تو" عارفہ نے بھی مجھے چھیڑا۔

"میں اس کے وگ کا بندوبست بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے مجبوراً گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہائیں۔" نسیم نے مجھے گھورا۔ "تو کیا واقعی کچھ ایسے خطرناک جراثیم دفتر میں پرورش پا رہے ہیں۔"

"کیوں تم لوگ مل جل کر میرے سیدھے سادے بچے کو تنگ کر رہی ہو۔" امی نے میری طرف داری کی تو میں نے "زندہ باد" کا نعرہ لگاتے ہوئے انہیں اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا پھر ملازم نے آکر ڈنر تیار ہونے کی اطلاع دی تو ہم سب اٹھ کر ڈائننگ روم میں آگئے۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ خاموشی کے عالم میں تمہارے ذہن میں کس قسم کی کھچڑی پک رہی تھی۔" ندیم نے دبی زبان میں پوچھا۔

"اپنی بے بسی پر غور کر رہا تھا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "دشمن سامنے ہیں اور ہمیں نظر نہیں آرہے۔"

ندیم نے میری جانب تیز نظروں سے دیکھا پھر مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

*

پانڈے ابھی تک ہسپتال میں تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے خطرے سے باہر قرار دے دیا تھا لیکن زخم ابھی بھرے نہیں تھے اس لیے وہ چلنے پھرنے سے معذور رہی تھا۔ دفتر جاتے وقت میں کسی خیال کے تحت اس کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال چلا گیا جہاں اس وقت اس کی خوب صورت اور حسین بیوی بھی موجود تھی۔ میں اسے ایک بار پہلے بھی کیلاش بن کر اس کی خواب گاہ میں دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت وہ زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔

"یہ میری دھرم پتنی ہیں۔" پانڈے نے ہم دونوں کا تعارف کرایا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا پھر پانڈے سے بولا۔ "آپ کو کب تک چھٹی مل رہی ہے؟"

"ڈاکٹروں کی مرضی پر منحصر ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ویسے بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ ابھی تک سانس چل رہی ہے۔ اگر اس دشٹ کا ہاتھ ذرا بہک جاتا تو چتا کی آگ میں جل کر۔۔۔"

"بھگوان کے لیے۔" اس کی بیوی نے ٹوکا۔ "ایسے برے شبد زبان سے نہ نکالا کرو۔"

"مسٹر پانڈے۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا آپ اس شخص سے پہلے سے واقف تھے جو آپ سے۔۔۔"

"نرمل۔" پانڈے نے میری بات کاٹتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا۔ "تم ذرا دوسرے کمرے میں بیٹھو۔ مجھے شہباز جی سے کچھ کاروباری باتیں کرنی ہیں۔" پھر نرمل کے چلے جانے کے بعد پانڈے نے کچھ توقف سے کہا۔ "میں نے اس شخص کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ میری اور اس کی پہلی ملاقات تھی۔"

"اس کے باوجود آپ نے نہ صرف اسے پہچان لیا تھا بلکہ دس لاکھ کا چیک بھی دینے پر آمادہ ہو گئے تھے؟"

"جیون سے زیادہ کوئی چیز سندر نہیں ہے۔" پانڈے نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "رہا اس آدمی کو پہچاننے کا سوال تو مجھے موہنی نے فون پر اس کی آمد کی اطلاع دی تھی اس کا نام بھی بتایا تھا۔"

"کیا نام تھا اس کا؟" میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"رندھیر لیکن وہ ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا۔" پانڈے نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اس کے بعد کی وہ تفصیل بھی دہرا ڈالی جو میرے علم میں تھی۔

"پانڈے جی۔" میں نے اس بار قدرے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "کیا آپ مسٹر بھوشن جوزف کے نام سے بھی واقف ہیں۔"

"وہ۔۔۔ ان سے بھلا کون واقف نہ ہوگا شہر کا سب سے بڑا کاروباری شخص ہے اور ہائی سرکل میں بھی اس کے تعلقات بہت اوپر تک ہیں۔"

"آپ کبھی ملے بھی ہیں مسٹر بھوشن سے؟"

"بزنس پارٹیز میں ایک دو بار آمنا سامنا ہوا ہے لیکن ہمارا انٹروڈکشن کبھی نہیں ہوا۔"

"ویسے آپ نے اس کے بارے میں کیا رائے قائم کی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" پانڈے نے کسمسا کر پوچھا۔

"کیا رندھیر یا ٹائیگر نے آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ رقم کس کو پہنچائی جانے والی تھی۔"

"جی نہیں۔" پانڈے نے حیرت سے کہا۔ "میں نے تو محض موہنی کے کارن وہ چیک کاٹا تھا۔ رقم کس کو جانی تھی اس کا مجھے کوئی علم نہیں۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ ان تمام معاملات کے پیچھے بھوشن کا ہاتھ ہے تو؟"

"کیا۔" پانڈے حیرت سے اچھل پڑا۔

"خان جابر، بہرام اور رندھیر سب اسی کے آدمی تھے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ابھی کچھ اور بھی ہیں جو ہماری نظر میں نہیں آسکے۔"

"لیکن آپ یہ بات۔۔۔"

"آپ نے شاید آج کا اخبار نہیں دیکھا جس میں ماسٹر ٹونی اور اس کے دو محافظوں کے قتل کی تفصیل موجود ہے۔"

"اوہ۔" پانڈے مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ "لیکن آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا اور پھر ہم دونوں نے اس کا کیا بگاڑا ہے۔"

"مجھ پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا لیکن میں بال بال بچ گیا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "موہنی کی موت نے بھوشن کو دیوانہ اور جنونی بنا دیا ہے۔ وہ مجھے اس کی موت کا ذمے دار سمجھ رہا ہے۔"

"اور سچ کیا ہے؟" پانڈے نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"سچ بھی یہی ہے کہ موہنی کو میں نے ہی جلا کر راکھ کیا ہے۔" میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "لیکن ابھی تک ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ آدمی کون تھا جو رندھیر اور آپ کے درمیان آیا تھا۔"

"اس کا نام کیلاش ہے۔ ممکن ہے اس نے مجھے اپنا فرضی نام بتایا ہو لیکن ایک بات بہرحال ماننی پڑے گی کہ وہ بھی کسی جادوگر سے کم نہیں ہے۔" پانڈے نے در پردہ میری ہی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "بھگوان کی سوگند۔ میں نے اپنے جیون میں ایسا چمتکار پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کو راستے سے ہٹانے کے لیے رندھیر کے تیور اچانک ہی خراب ہو گئے تھے۔ مجھے وشواس تھا کہ رندھیر کیلاش کو اسی طرح کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا جیسے قصائی بکرے کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس پر ابھی تک مجھے وشواس نہیں آسکا۔ کیلاش نے ایک نظر بھر کر رندھیر کو دیکھا تھا پھر وہ موم بن گیا اس کے بعد کی کہانی میں آپ کو سنا چکا ہے۔ آج کی دنیا میں بھی آپ ان باتوں پر وشواس کر سکتے ہیں۔"

"ایسی کہانیاں اور واقعات ہر دور میں مشہور ہوتے رہے ہیں اور پھر آپ کول دیوا اور موہنی کو کیوں بھول رہے ہیں۔"

پانڈے نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا البتہ کسی اندرونی خوف کا احساس ہی تھا جو اس کے چہرے پر پھیل کر گہرا ہوتا چلا گیا تھا۔ "آپ کچھ نہ سوچیں پانڈے جی۔" میں نے اس کی حالت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ایک اور ایک مل کر گیارہ بن جاتے ہیں۔ میں جو ہوں آپ کے ساتھ۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی شہباز جی ورنہ۔۔۔"

"آپ فی الحال آرام کریں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں پھر کسی وقت آؤں گا۔ البتہ ایک بات کا دھیان رکھیے گا۔ دس لاکھ کی رقم کوئی معمولی نہیں ہوتی جسے انسان آسانی سے فراموش کر دے۔ بھوشن کے بہت سارے قیمتی مہرے پٹ چکے ہیں اس لیے ابھی وہ اپنے بچے مہروں کو سمیٹ رہا ہے لیکن اب وہ جو وار کرے گا وہ بھرپور ہی ہوگا۔"

"لیکن اسے ہم سے آخر دشمنی کیا ہے؟"

"وہی جو کسی ڈاکو کو تجوری میں بھرے مال سے ہوتی ہے لیکن آپ بھگوان پر بھروسا رکھیں۔ وہ جو بھی کرے گا اچھا ہی کرے گا۔"

پانڈے کے چہرے پر اس بار بھی خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ مجھے بڑی تشکرانہ نظروں سے گھور رہا تھا۔ جواب میں نے اس کو مسکرا کر وش کیا پھر کمرے سے باہر آگیا۔ دفتر جاتے ہوئے میرے ذہن میں ایک نیا خیال ابھرا۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ ایمبیسڈر ہوٹل کے بیشتر شیئرز کا مالک بھوشن جوزف ہی تھا۔ ایمبیسڈر کا شمار شہر کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوتا تھا اس لیے ایک بات طے تھی کہ وہاں بھوشن کے خاص آدمی بھی ضرور تعینات ہوں گے جو آنے جانے والوں پر گہری نظر رکھنے پر مامور ہوں گے چنانچہ ایمبیسڈر میں رہ کر ان کو بہ آسانی دیکھا اور پرکھا جا سکتا تھا۔ بھوشن پر ہاتھ اٹھانے سے پیشتر میں اس کے بارے میں بہت ساری اطلاعات قبل از وقت جمع کرنے کا

aazzamm@yahoo.com

ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ندیم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ اب جو کچھ کروں گا وہ تنہا ہی کروں گا۔

دن بھر میں حسب معمول دفتری کاموں میں الجھا رہا پھر اندھیرا پھیلنے کے بعد میں طے شدہ منصوبے کے تحت گھر جانے کی بجائے پبلک لائبریری میں چلا گیا۔ میرے بریف کیس میں میک اپ کا اچھا خاصا سامان پہلے سے موجود تھا۔ لائبریری کا باتھ روم جس کا ایک دروازہ پچھلی سمت بھی کھلتا تھا میرے لیے خاصا معاون ثابت ہوا۔ باتھ روم میں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر میں نے جلدی جلدی ریڈی میڈ میک اپ کیا جس نے میرے چہرے میں ایسی نمایاں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں کہ میں بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا اور باقی چیزوں کو بڑی احتیاط سے بریف کیس میں رکھ کر عقبی راستے سے باہر نکل گیا جہاں پر پارک واقع تھا۔ پارک کو عبور کر کے میں کھلی سڑک پر آ گیا پھر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور ا۔ مبسڈر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گاڑی میں نے لائبریری کے باہر ہی چھوڑ دی تھی۔

ا۔ مبسڈر کے پورٹیکو میں میری ٹیکسی رکتے ہی جو شاندار استقبال کیا گیا وہ خلاف از توقع نہیں تھا۔ اس وقت میری آنکھوں پر زیرو پاور کی شاندار عینک تھی اور ہونٹوں کے درمیان ایک اعلیٰ درجے کا پائپ اپنی خوشبو فضا میں بکھیر رہا تھا۔ میرے پاس سوائے ایک بریف کیس کے کچھ اور سازو سامان نہیں تھا اس لیے میں نے پورٹر کو ایک بڑا نوٹ بطور ٹپ دیتے ہوئے خالص غیر ملکیوں جیسے انداز میں انگلیوں سے وش کیا پھر بریف کیس لے کر ریسپشن کاؤنٹر پر چلا گیا جہاں ایک نہایت خوب صورت اور حسین لڑکی موجود تھی۔ صورت شکل سے وہ جرمن نژاد لگ رہی تھی لیکن اردو اور انگریزی دونوں زبانیں بڑی روانی سے بول رہی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش خاصے تیکھے اور پرکشش تھے۔

"ویلکم سر۔" کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی حسینہ نے بڑے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر رجسٹر کھولتے ہوئے بولی۔ "یے آئی نو یور گڈ نیم پلیز۔"

"پروفیسر موریس فرام ویت نام۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں ایک ریسرچ اسکالر ہوں۔ میرا قیام یہاں دو دن سے زیادہ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد شاید میں جنوبی افریقہ کی طرف نکل جاؤں۔ میں نے اپنا سارا سامان پہلے ہی سے وہاں روانہ کر دیا ہے۔"

"ویت نام کی جنگ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" لڑکی نے رجسٹر میں اندراج کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" میں نے پائپ کا کش لگاتے ہوئے بیزاری سے جواب دیا۔ "میں گزشتہ آٹھ سال سے افریقہ میں پائی جانے والی ایک ایسی سیاہ بیل کی تلاش میں ہوں جس کی جڑ کو اگر کچھ ادویات کے ساتھ ملا کر دیا جائے تو کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہو جاتا ہے۔"

"میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا کروں گی۔" لڑکی نے اس بار بڑی تیزی سے اردو میں جواب دیا۔ "میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید گڑبڑا جاتا یا اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات اس کی اصلیت کے بھرم کو بے نقاب کر دیتے لیکن میں نے جواب میں لڑکی کو ایسی حیرت بھری نظروں سے دیکھا جیسے اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"آئی ایم سوری مسٹر موریس۔" لڑکی نے ایک ادا سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "میں جلدی میں مقامی زبان بول گئی تھی۔"

"اوہ۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے اطمینان کا سانس لیا۔

"یور پاسپورٹ پلیز۔"

"اوہ یس۔" میں نے بریف کیس کاؤنٹر پر رکھ کر اس کی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھیں پھر بریف کیس بند کر کے جلدی جلدی اپنی جیبوں کی تلاشی لینے لگا انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے میں اچانک پریشان ہو گیا ہوں۔

"آئی ایم سوری۔" میں نے تھک ہار کر لڑکی سے کہا پھر بریف کیس اٹھاتے ہوئے خود کلامی جیسے انداز میں بولا۔ "میں صرف دو روز کے لیے اپنے کسی واقف کار کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا لیکن شاید اب مجھے اپنے دوست یا مہمان کی دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔"

"میں ایک طرح سے آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔" لڑکی نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں آپ کے اندراجات کے بغیر بھی میں آپ کو دو روز کے لیے ایک کمرہ دے سکتی ہوں لیکن اس کی کوئی رسید نہیں ہو گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکنے کی بڑی شاندار اداکاری کرتے ہوئے لڑکی کو غور سے دیکھا۔ "کیا تم مجھے غیر قانونی حرکت کی ترغیب دے رہی ہو۔"

"نہیں۔" لڑکی نے جلدی سے وضاحت کی۔ "آپ کی حیثیت یہاں مالکان کے مہمانوں جیسی ہو گی۔"

"میں غالباً جلدی میں اپنا پاسپورٹ اور سفری کاغذات سامان میں رکھ کر لانا بھول گیا ہوں۔" میں۔ ؛ ٹیک بار اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے پریشانی کا اظہار کیا۔

"تھینک یو ویری مچ سر۔" لڑکی نے حسب دستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے غیر ملکی مہمانوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔"

"لیکن میں قانون پسند آدمی ہوں۔ غیر قانونی کام کرنا میری فطرت کے خلاف ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ آپ ہمارے مالکان کے مہمان کی حیثیت سے یہاں رہیں گے اس لیے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارے فرائض میں داخل ہو گا۔"

میں کچھ تامل کے بعد لڑکی کی بات ماننے پر آمادہ ہو گیا پھر لڑکی نے ایک روم بوائے کو بلایا اور مجھے آٹھویں منزل کے ایسے کمرے میں پہنچا دیا جس کی سجاوٹ واقعی قابل دید تھی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ڈنر کرنے کی خاطر ڈائننگ روم ہی کا انتخاب مناسب سمجھا جہاں بیٹھ کر میں مشتبہ ملازموں کو قریب سے دیکھ سکتا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی نے بطور خاص میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔

ڈنر کرنے کے بعد میں ٹہلتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا پھر میں نے ایک قریبی فون بوتھ سے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ اتفاق ہی تھا جو دوسری جانب سے عارفہ نے کال ریسیو کی۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "تم پریشان مت ہونا۔ میں شاید دو تین روز تک گھر نہ آ سکوں گا۔"

"کیا مطلب؟" عارفہ کے لہجے میں الجھن تھی۔

"مطلب واپسی کے بعد بتاؤں گا۔" میں نے سرگوشی کی۔ "فی الحال میری بات غور سے سنو۔ میری گاڑی پبلک لائبریری کے باہر کھڑی ہے اس کو کسی ڈرائیور کے ذریعہ منگوا لو۔ دفتر سے اگر کوئی فون آئے تو کہہ دینا کسی ضروری کام سے باہر گیا ہوا ہوں اور کوشش کرنا کہ ندیم کو بھی ان تمام باتوں سے دور ہی رکھا جائے۔ وہ اگر اصرار کرے تو اسے بھی یہی بتا دینا کہ میں کسی کاروباری کام کے لیے تم سے کہہ کر گیا ہوں۔ میری واپسی کب تک ہو گی یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ تو لاحق نہیں ہے؟" عارفہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ تم بس میری ہدایت اور میری باتوں پر عمل کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ میں کل یا پرسوں تمہیں دوبارہ فون کروں۔ کوشش کرنا کہ تم زیادہ تر فون کے قریب ہی رہو۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ مگر اب میں عارفہ کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی لیکن میں رابطہ منقطع کرتا ہوا بوتھ سے باہر نکل آیا۔ قرب و جوار میں مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر میں اس بات کا شبہ کر سکتا کہ وہ میری نگرانی پر مامور ہے۔ میں نے جیب سے سگار نکال کر ہونٹوں کے درمیان پھنسایا پھر لائٹر سے جلانے لگا لیکن اس وقت بھی میں بڑی احتیاط سے اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

☆

رات کے تقریباً دو کا عمل تھا لیکن میں بدستور جاگ رہا تھا۔ میری آنکھیں چھت پر لگی تھیں اور ذہن پوری طرح بیدار تھا۔ میں نے جلد بازی میں جو قدم اٹھایا تھا اب اس میں کئی جھول نظر آ رہے تھے۔ کسی گینگ کو ختم کرنے کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے کارندوں کو ختم کیا جائے۔ منصوبہ بندی کی کامیابی کا انحصار ہمیشہ گینگ لیڈر پر ہوتا ہے اگر اسے ختم کر دیا جائے تو پھر گینگ کے باقی افراد خود ہی تتر بتر ہو جاتے ہیں۔

میرے لیے سب سے اہم شخصیت بھوشن جوزف کی تھی جسے موہنی کی پراسرار قوت نے میرے خلاف کھڑا کیا تھا۔ میری اور بھوشن کی براہ راست کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن حالات کچھ ایسے تسلسل سے پیش آئے کہ ہم دونوں درپردہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ ایسی صورت میں اگر ڈائرکٹ بھوشن کو بساط سے ہٹا دیا جاتا تو اس کے باقی مہروں کی کوئی حیثیت باقی نہ رہ جاتی لیکن گیتا کے خیال نے مجھے کچھ زیادہ ہی جذباتی بنا دیا تھا پھر میں کچھ زیادہ محتاط ہو گیا تھا جو بھوشن سے براہ راست ٹکرانے کے بعد اپنا نام قاتلوں کی فہرست میں نہیں شامل کرانا چاہتا تھا بلکہ گیتا کے حوالے سے بھوشن کو قانون کے شکنجوں میں جکڑوانے کا خواہش مند تھا۔ یہی خیال مجھے اس ہوٹل تک لے آیا تھا لیکن شاید میں نے وہ اقدام سوچ سمجھ کر نہیں اٹھایا تھا۔

شیر کی کچھار میں گھس کر شکار کھیلنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کرشن شرما کا انجام میرے سامنے تھا۔ اسے اسی ہوٹل میں داخل ہوتے ہی بھوشن کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اس کی موجودگی کی اطلاع پہنچ گئی تھی چنانچہ اس سے پہلے کہ قانون کرشن شرما کو اپنے قبضے میں لے کر بھوشن یا اس کے گینگ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرتا' اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا تھا۔

عابد کے کیس میں عدالت میں بھوشن کے بزنس منیجر بھگوان داس کی رام دیال کے ساتھ موجودگی ہی اس بات کا ثبوت تھی کہ بھوشن میرے خلاف ایک محاذ کھول چکا ہے۔ اس کے بعد عابد کی باعزت رہائی کے حکم جاری ہونے اور رام دیال کو حراست میں لے جانے کے بعد بھگوان داس جس طرح اچانک منظر عام سے غائب ہوا تھا وہ اس سے کو مزید تقویت

aazzamm@yahoo.com

دینے کے لیے بہت کافی تھا کہ وہ بھی میرے خلاف سازش میں برابر کا شریک تھا۔

مجھے اے۔ میسینڈر میں قیام کرکے بھوشن کے سادہ لباس والوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے بجائے بھگوان داس کو تلاش کرنا ضروری تھا۔ بزنس منیجر کی حیثیت میں وہ یقیناً بھوشن کے بہت ساری کمزوریوں اور کاروباری راز سے واقف رہا ہوگا۔ اس کی شخصیت میرے لیے زیادہ اہم ثابت ہو سکتی تھی۔

میرا ذہن ابھی انہی باتوں میں الجھا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ سن کر میں یکلخت چوکنا ہو گیا۔ میں نے اپنے پستول کے دستے پر گرفت مضبوط کی اور برق رفتاری سے بستر سے رینگ کر عقبی سمت کھلنے والی بالکونی کے قریب پہنچ گیا۔ بالکونی کے دوسری جانب گہرا سناٹا طاری تھا۔ میں اس بات کا جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا کہ بالکونی میں داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ میری آنکھ اور کان دونوں بیرونی دروازے پر جمے ہوئے تھے۔ وہ ہلکی سی آہٹ میرا وہم نہیں تھا۔ دروازے کے باہر یقیناً کوئی موجود تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے طے کر لیا تھا اپنی زندگی بچانے کی خاطر کسی دشمن کو گولی مارنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

دس منٹ نہایت خاموشی سے گزر گئے۔ اس عرصے میں مجھے کوئی دوسری آہٹ نہیں سنائی دی۔ باہر جو کوئی بھی تھا شاید ابھی تک اندر کی سن گن لینے میں مصروف تھا۔ مجھے یاد تھا کہ میں نے بستر پر لیٹنے سے قبل دروازہ لاک کر لیا تھا لیکن ہوٹل والوں کے پاس اس کمرے کی ڈپلی کیٹ چابی بھی ہو سکتی تھی۔ میں دم سادھے ایک پردے کی آڑ میں کھڑا رہا لیکن آدھا گھنٹہ گزر جانے کے بعد بھی کوئی دوسری آواز نہیں سنائی دی۔ میرے اعصاب کا تناؤ بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ میں خوف زدہ نہیں تھا لیکن انتظار کی زحمت میرے اعصاب کو ضرور متاثر کر رہی تھی پھر اچانک کوئی وزنی شے عقب سے میرے شانوں سے ٹکرائی اس کے ساتھ ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نوکیلی شے میرے کندھوں میں پیوست ہو رہی ہو۔ اس افتاد سے بچنے کے لیے بھی میں نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تیزی سے نیچے جھک کر سر سالٹ کیا پھر غیر اختیاری طور پر پردے کی طرف رخ کرکے یکے بعد دیگرے تین فائر کر ڈالے۔ پستول بے آواز تھا اس کے باوجود گہرے سناٹے میں "چٹ۔ چٹ" کی آواز واضح طور پر ابھری تھی۔ دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے قالین پر لیٹے ہی لیٹے چار پانچ کروٹیں بدلیں پھر سوئچ بورڈ تک پہنچ گیا۔ کمرے کی لائٹ آن کرنے سے پہلے میں نے دو منٹ تک وہاں کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ یا تو میری پشت سے ٹکرانے والا میری گولیوں کا

ابلیس مصر

★---- الماس ایم۔اے

اسلامی کہانیوں کا بہترین امتزاج

واضح رہے کہ اس مجموعہ کی تین کہانیوں کو نہ صرف قرآنِ حکیم سے اخذ کیا گیا ہے، بلکہ اِن کے بیشتر مکالے بھی قرآنِ حکیم سے ماخوذ ہیں۔

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

شکار ہو کر موت کی ابدی نیند سو گیا تھا یا وہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو چکا تھا۔

میں اپنی جگہ کسی آنے والے خطرے سے دوچار ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے بالکونی کی طرف پستول والا ہاتھ بلند کیا اور سوئچ آن کر دیا۔ کمرہ تیز روشنی سے جگمگا اٹھا لیکن اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اس پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ ایک سیاہ فام بلی تھی جو پشت کی جانب سے مجھ سے ٹکرائی تھی اور اب پردے پر پنجے گاڑے اس طرح فضا میں جھول رہی تھی جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ اس کے جسم سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے جو زمین پر بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو رہے تھے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر مردہ بلی کو پردے سے الگ کیا پھر پوری قوت سے اسے بالکونی سے باہر اچھال دیا۔ تیس سیکنڈ بعد ہی مجھے اس کے زمین پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کمرے کی لائٹ کو دوبارہ بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی کی آواز سن کر چونک اٹھا۔ اتنی رات گئے مجھے کون کال کر سکتا تھا؟ میں نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سے غور کیا پھر ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز غنودگی کے لہجے میں بولا۔

"ہیلو۔"

"سوری سر۔" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز

ابھری۔ "میں نے شاید آپ کو سوتے میں ڈسٹرب کیا ہے۔"

"کون ہو تم اور اس وقت مجھے فون کرنے کا مقصد کیا تھا۔" میں نے کسی جھلائے ہوئے پروفیسر کے انداز میں جواب دیا پھر جان بوجھ کر ایک طویل جماہی لی جس کی مدھم سی آواز دوسری جانب بھی ضرور سنی گئی ہوگی۔

"میں کاؤنٹر سے نائٹ ڈیوٹی ریسپشنسٹ بول رہی ہوں سر۔" جواب بدستور انگریزی ہی میں ملا۔

"پھر میں کیا کروں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"میں معافی کی خواستگار ہوں سر لیکن ابھی ابھی مجھے نائٹ واچ مین نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے کمرے کی لائٹ کچھ وقفے کے لیے جلی تھی پھر بجھا دی گئی اور ایک خون آلود مردہ بلی اوپر سے نیچے پھینکی گئی ہے۔"

"بلی اگر مردہ حالت میں پائی گئی ہے تو اس کا خون آلود ہونا بھی قدرتی بات ہے لیکن میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔" میں نے بدستور جھلائے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارے اس فائیو اسٹار ہوٹل میں کسی بلی کی موت ایک سوئے ہوئے پروفیسر کی نیند سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟"

"واچ مین کا خیال تھا کہ روشن ہونے والی لائٹ اور مردہ بلی کا تعلق آپ ہی کے روم سے ہے۔"

"اپنے واچ مین سے کہو کہ وہ ڈیوٹی آورس میں نشہ کرنے کی عادت ترک کر دے ویسے زیادہ نشہ کرنے والے بھی اکثر کینسر کے موذی مرض کا شکار ہوتے ہیں۔" میں نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری۔" دوسری جانب سے معذرت طلب انداز اختیار کیا گیا۔

میں نے جواب دیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک بار پھر اٹھ کر بیرونی دروازے کو چیک کیا جو بدستور لاک تھا۔ اس کے بعد میں اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا لیکن میرا ذہن کسی آنے والے خطرے کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ میں نے شاید بھوشن کے ہوٹل میں قیام کرکے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

دوسری صبح میری آنکھ فون کی متواتر بجنے والی گھنٹی سے ہی کھلی تھی۔ میں نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت ساڑھے دس بج رہے تھے میں نے کروٹ بدل کر ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔"

"میں روم سروس کا انچارج بول رہا ہوں سر۔" دوسری جانب سے ایک مردانی آواز ابھری۔ "کیا آپ بریک فاسٹ اپنے بیڈ ہی میں لینا پسند کریں گے۔"

"بھیج دو۔ مگر آدھے گھنٹے بعد۔"

"اوکے سر۔"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں جلدی سے اٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے لباس تبدیل کرنے میں بھی خاصی عجلت سے کام لیا تھا۔ میرے بریف کیس میں ایمرجنسی کے طور پر صرف ایک ہی جوڑا تھا جو میں رات کو پہن کر سویا تھا لیکن اب میں دوبارہ پروفیسر سورس والے لباس میں آگیا تھا۔ گزشتہ رات کے واقعات کے بعد میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہو گیا تھا اس لیے پستول کو باقاعدہ لوڈ کرکے جیب میں ڈال لیا تھا تاکہ فوری ضرورت کے وقت مجھے ایک لمحے کی دیری بھی نہ برداشت کرنی پڑے۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک کی آواز ابھری۔ میں نے اٹھ کر میجک آئی کے ذریعے باہر کا جائزہ لیا جہاں ہوٹل کے یونیفارم میں ایک اسٹیورڈ ناشتے کی ٹرے کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے دروازے کا لاک کھول دیا۔ اسٹیورڈ نے پہلے مجھے جھک کر سلام کیا پھر اندر آیا اور ٹرے سے ناشتے کی پلیٹیں نکال کر بڑے سلیقے سے میز پر سرو کرنے لگا۔ اس کی یونیفارم کی پشت پر آٹھ کا ہندسہ کڑھا ہوا تھا۔ شاید وہ ہوٹل کی آٹھویں منزل پر قیام کرنے والوں کی سروس پر مامور تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔" میں نے گفتگو کا آغاز کرنے کی خاطر پوچھا اس کے ساتھ ہی جیب سے سگار نکال کر بے پروائی سے جلانے میں مصروف ہو گیا۔

"تاتھن۔" اس نے آہستہ سے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

"تاتھن!" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اچھے خاصے جسمانی اور کسرتی بدن کا مالک تھا۔ اس کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ خاصا پڑھا لکھا بھی معلوم ہوتا ہے۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں روم سروس کا اسٹاف یوں بھی تعلیم یافتہ طبقے سے انتخاب کیا جاتا ہے لیکن تاتھن مجھے عام ہوٹل اسٹیورڈ کے مقابلے میں کچھ مختلف نظر آ رہا تھا۔ ممکن ہے وہ میرا وہم ہی رہا ہو۔ میں نے سگار جلا کر اس کا کش لگاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا تعلق کہاں سے ہے، میرا مطلب ہے کہ تم کس ملک کے باشندے ہو؟"

"انڈیا۔" تاتھن نے مختصراً جواب دیا۔

"یور آر انڈین؟" میں نے دیدہ دانستہ حیرت کا اظہار کیا۔

"کیوں؟" وہ ناشتا سرو کرنے کے بعد میری جانب پلٹا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ "کیا انڈین ہونا کوئی جرم ہے۔" اس کے جملے میں ہلکی سی تلخی بھی شامل تھی۔

"اوہ نو!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا لیکن کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں زیادہ تر وہی لوگ روم سروس کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو غیر ملکی ہوتے ہیں اور کئی زبانیں جانتے ہیں تاکہ انھیں کسی کسٹمر کو

aazzamm@yahoo.com

انٹینڈ کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"میں بھی انگلش کے علاوہ جرمنی اور فرنچ زبانیں بڑی روانی سے بول سکتا ہوں۔" ناتھن نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ویسے اے۔ میسنڈر میں مجھے ملازمت محض میری قومیت اور تجربے کی بنا پر ملی ہے۔"

"تجربہ تو خیر ایک علیحدہ بات ہے لیکن یہ قومیت۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "قومیت کی بنیاد سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"اس ہوٹل میں کئی شیئر ہولڈرز ہیں سر لیکن سب سے زیادہ شیئر ایک انڈین ہی کے پاس ہیں۔ انہی کی مہربانی سے مجھے یہ جاب ملی تھی۔" ناتھن نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کیا مسٹر بھوشن جوزف کا نام نہیں سنا۔"

"بھوشن ــــ اوہ ــــ جوزف۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا یہ نام بھی دو الگ الگ قومیت سے تعلق نہیں رکھتے؟"

"آپ کا ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے سر۔" ناتھن نے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی دوسرے کسٹمرز کو بھی اٹینڈ کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے ــــ ٹھیک ہے۔" میں نے کسی غائب دماغ پروفیسر کا رول ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مالک کوئی بھی ہو۔ مجھے بھلا اس سے کیا غرض۔"

"دوبارہ کب حاضر ہوں سر؟" ناتھن نے دریافت کیا۔

"آں ــــ ہاں۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "میں زیادہ ناشتا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ صرف دو توس اور ایک کپ چائے میرے لیے بہت ہے۔ تم آدھے گھنٹے بعد آسکتے ہو۔"

پھر وہ جانے کے لیے مڑا تو میں نے اسے روکتے ہوئے جیب سے سو کا ایک نیا نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس مقامی کرنسی میں سب سے چھوٹا نوٹ یہی ہے۔"

"سوری سر۔ میں ٹپ لینے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ میری تنخواہ ہی اتنی کافی ہے کہ سکھ چین سے گزر ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہیں ٹپ نہیں انعام دے رہا ہوں۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی خاطر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا قیام یہاں صرف دو روز ہے لیکن ہو سکتا ہے مجھے تم سے کوئی کام پڑ جائے۔ اس کے علاوہ میں عمر میں تم سے بڑا ہوں۔ تمہیں میرا انعام خوشی سے قبول کر لینا چاہیے۔"

"واپسی میں سوچوں گا سر۔ اس وقت جلدی میں ہوں۔"

پھر ناتھن تیزی سے کمرہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ جاتے ہوئے وہ ڈور ناب کے اس پش بٹن کو دبانا نہیں بھولا تھا جس کے بعد کمرہ اندر سے دوبارہ لاک ہو گیا تھا۔ میں نے سو کا نوٹ جیب میں رکھنے کی بجائے میز پر چارہ سمجھ کر ڈال دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ میں جس مقصد سے اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا اس میں ناتھن میرے لیے خاصا کارآمد ہو سکتا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے کسی طرح گول مول لفظوں میں بھگوان داس کے بارے میں کریدنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے قابو میں آجانے کے بعد میری منزل بڑی حد تک آسان ہو سکتی تھی۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے محتاط انداز میں میجک آئی کے ذریعے باہر دیکھا پھر ناتھن کو دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑی مستعدی سے ناشتے کے برتن سمیٹے۔ سو کا نوٹ اس کے سامنے پڑا تھا لیکن ناتھن نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ برتن ٹرالی میں رکھ کر جانے کے لیے مڑا تو میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنا انعام نہیں لیا۔"

"مجھے اپنا انعام مل چکا ہے سر۔" ناتھن نے دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کے جواب میں بارود کی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ہونٹوں پر بڑی تیکھی سی مسکراہٹ اُمڈ رہی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے ہوٹل سے جو تنخواہ ملتی ہے وہی بہت ہے۔" وہ رکھائی سے بولا۔

"لیکن میں نے تم سے انعام کی بات کی تھی۔"

"کارکردگی اچھی ہو تو مالکان کی طرف سے انعام بھی مناسب ملتا ہے۔" اس کے لب و لہجے میں پھر کوئی ایسی خاص بات تھی جسے سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ میرے وجود کے اندر کہیں سرخ بتی بار بار جل بجھ رہی تھی۔

"میں تمہاری بات کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے خود کو مطمئن کرنے کی خاطر کہا۔ "کیا روم سروس کے علاوہ بھی تم کچھ اضافی کام سرانجام دیتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں اس بات کا خاص دھیان رکھتا ہوں کہ رہائشی کمروں کی سجاوٹ اور اس کے ساز و سامان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"سمجھانا چاہتا ہوں سر۔" ناتھن نے بالکونی کے قریب لٹکے ہوئے پردے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "پردے کے علاوہ مجھے قالین پر بھی خون کے کچھ جمے ہوئے قطرے نظر آرہے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تم چاہو تو واش روم اور وارڈروب میں بھی جھانک کر دیکھ لو، تمہیں یہاں کوئی لاش نہیں ملے گی۔"

"پھر یہ خون؟"

"ایک بلی کا تھا جس کے بارے میں مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ آٹھویں منزل کی بالکونی تک کس طرح پہنچ گئی۔"

"لیکن نائٹ ڈیوٹی والی ریسپشنسٹ کو آپ نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی تھی۔"

"شاید نیند کے سبب ذہن سے نکل گیا ہو۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آپ نے ایک غیر قانونی حرکت ضرور کی ہے۔" ناتھن نے مجھے میری غلطی کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کو رہائشی کمرے میں کسی قسم کا آتش گیر مادہ لانے کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر انتظامیہ آپ کو اس بات کی اجازت دے دے تو اور بات ہے۔"

"میں یہاں ایک دن اور ایک رات کا مہمان اور ہوں اس کے بعد ــــ"

"مجھے معلوم ہے سر لیکن روم سروس پر ڈیوٹی دینے والا اسٹاف اگر ایسی کوئی بات مالکان کے علم میں لے آئے تو اسے اچھا خاصا معقول انعام دیا جاتا ہے۔" اس بار ناتھن کے لہجے میں لالچ کا عنصر زیادہ شامل تھا۔

"میں تمہیں ہوٹل انتظامیہ سے ملنے والے انعام سے دگنی رقم دینے کو تیار ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ۔" اس نے مجھے تولنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ اول تو یہ کہ میں اس مختصر قیام کے دوران کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا اور اس کے علاوہ بھی تم میرے بہت کام آسکتے ہو۔"

"آپ حکم دیں سر۔" ناتھن دگنے انعام کا سننے کے بعد پھر رام ہو گیا تھا۔

"تم اس ہوٹل میں کب سے ملازم ہو؟"

"یہی کوئی دو ڈھائی سال سے۔" اس نے انگلیوں پر حساب لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے دیدہ و دانستہ مایوسی کا اظہار کیا۔ "پھر تم شاید میرے زیادہ کام نہیں آسکو گے۔"

"آپ حکم دیں سر۔"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اس ہوٹل کے مالک کا؟"

"مسٹر بھوشن جوزف۔" وہ ابھی تک دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"بھوشن ــــ جوزف ــــ" میں نے سر کھجاتے ہوئے غیر یقینی انداز میں جواب دیا۔ "نہیں۔ اس کا یہ نام بہرحال نہیں تھا۔"

"آپ کس کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں؟"

"تقریباً چار سال پہلے بھی میں نے ایک ٹرانزٹ پیسنجر کی حیثیت سے اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اس وقت میری ملاقات تمہاری انتظامیہ کے کسی بڑے افسر سے ہوئی تھی لیکن اس کا نام یہ نہیں تھا جو تم بتا رہے ہو۔" میں نے پروفیسروں ہی جیسے انداز میں ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے نام میں شاید ڈاس یا پھر ڈامس آتا تھا۔ بڑا دوست اور مہمان نواز آدمی تھا۔"

"آپ شاید مسٹر بھگوان داس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" ناتھن نے معصومیت سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں وہی مجھے یاد آگیا۔ اس کا گڈ نیم بھگوان داس ہی تھا۔"

"وہ مسٹر بھوشن کے بزنس منیجر ہیں لیکن پلیز ــــ" ناتھن نے اس بار اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے قدرے مدھم آواز میں کہا۔ "روم ڈیوٹی اسٹیورڈ کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔"

"ڈونٹ وری۔ میں تمہیں اس انفارمیشن کے لیے دگنا انعام دینے کو تیار ہوں۔" میں نے دریادلی سے کہا۔ "کیا تم مسٹر بھگوان داس سے میری ملاقات کرا سکتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے صرف ان کا پتا بتا دو۔ میں خود ہی ملاقات کر لوں گا۔ آئی پرامس یو۔ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"ون ہنڈرڈ۔ ڈالرز۔" ناتھن نے دبی زبان میں کہا۔ مجھے خوشی تھی کہ شکار آسانی سے میرے جال میں پھنس رہا تھا۔ میرے پاس ڈالر کے نام کی کوئی کرنسی اس وقت جیب میں موجود نہیں تھی۔ میں نے بس اچانک اس ہوٹل میں قیام کرنے اور بھوشن کے گرگوں کو تلاش کرنے کا پروگرام بنالیا تھا بہرحال میں نے بڑی فیاضی سے جیب سے اپنا پرس نکالتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں ون ہنڈرڈ نقدی ڈالرز بھی دے سکتا ہوں۔ تم مجھے صرف میرے دوست کا پتا بتا دو۔"

"تمہارا دوست تم سے زیادہ دور نہیں۔ تم اسے نظر گھما کر بھی دیکھ سکتے ہو۔"

پشت سے آنے والی آواز سن کر میں اس طرح چونکا تھا جیسے کوئی انتہائی رومانٹک اور ہیجان انگیز سین چلتے چلتے اچانک ڈریکولا اپنی تمام تر خباثتوں کی ساتھ درمیان میں آگیا ہو۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ میری نگاہوں کے سامنے وہی پست قد اور بھاری بھرکم جسم والا شخص موجود تھا جسے میں عابد والے کیس کی پیشی پر عدالت میں انسپکٹر رام دیال کے ساتھ بیٹھا دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت بڑی فاتحانہ چمک نظر آرہی تھی۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ دو گن مین بھی تھے جو اس کے دائیں بائیں اسلحے سے پوری طرح مسلح نظر آرہے تھے۔ مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ بند کمرے میں ان تین افراد کی موجودگی میرے لیے حیرت انگیز ہی تھی اس لیے کہ میری نظریں برابر بیرونی دروازے پر مرکوز

aazzamm@yahoo.com

"گھبراؤ مت مائی ڈیئر۔" بھگوان داس نے اشارے سے ناتھن کو باہر جانے کو کہا پھر دروازہ بند ہونے کے بعد ہی اس کی کرخت آواز دوبارہ ابھری تھی۔ "تم نے ہوٹل میں داخل ہو کر حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے۔ خاص طور پر پاسپورٹ کی عدم موجودگی کا بہانہ ایک انتہائی بچگانہ حرکت تھی۔ اسی لیے تمہیں خصوصی طور کے اس کمرے میں ٹھہرایا گیا جو مالکان کے خاص مہمانوں کے لیے مخصوص ہے۔ ویسے میں تمہارے نشانے کی داد ضرور دوں گا۔ تم نے اندھیرے کے باوجود بلی پر کامیاب نشانہ لگایا تھا۔ تین میں سے دو گولیاں اس کے جسم پر ہی لگی تھیں لیکن ایک بلی کے نقصان سے اگر کوئی پاگل کتا ہاتھ آجائے تو اسے گھاٹے کا سودا نہیں کہا جا سکتا۔ میرا مشورہ ہے اب تم کسی چالاکی دکھانے یا ڈرامہ رچانے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہم تمہارے بارے میں پوری تصدیق کر چکے ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم اس وقت کدھر سے ٹپک پڑے۔" میں نے بظاہر خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ میری نظریں بدستور ان دونوں مسلح افراد پر لگی تھیں جو پلکیں جھپکائے بغیر ٹریگر پر انگلیاں جمائے مجھے سفاکانہ نظروں سے گھور رہے تھے۔ بھگوان داس کے ایک اشارے پر میرے جسم کو آسانی چھلنی کر دیا جاتا۔ بظاہر میرے پاس فرار کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

میرے پستول میں اب صرف تین ہی گولیاں بچی تھیں اور ناتھن کے چلے جانے کے بعد میرے دشمنوں کی تعداد بھی تین تھی اس لیے میں فوری طور پر کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھا۔ پولیس ٹریننگ کے دوران میں بڑے بڑے تکلیف دہ مراحل سے گزرا تھا لیکن یہ موقع ایسا نہیں تھا کہ میں اپنے تجربے کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتا۔

مجھے بس ایک لمحے کی تلاش تھی۔ وہ ایک لمحہ جو دو فریقین میں سے ایک کو فاتح اور دوسرے کو شکست خوردہ قرار دیتا ہے چنانچہ مجھے ایسے ہی کسی لمحے کی تلاش تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے اعصاب کو قابو میں رکھوں اور بھگوان داس کو باتوں میں لگائے رکھوں۔

"کیا یہ جاننا اب تمہارے لیے ضروری رہ گیا ہے۔" بھگوان داس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

"اگر تم سمجھتے ہو کہ آئندہ کے لیے تمہارے لیے یہ انکشاف کا باعث بن سکتا ہے تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا۔"

"اس کی چنتا مت کرو۔" بھگوان داس نے زہر خند سے جواب دیا۔ "ہم ظالم اور خونی ضرور ہیں۔ موت اور زندگی ہمارے لیے آنکھ مچولی کے کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے

روزنامہ "امروز" میں گستاخی معاف
کے عنوان سے چھپنے والے فکاہیہ
کالموں کا شگفتہ انتخاب

ایک سو نو (طنز و مزاح)

★ ---- مظفر بخاری

خوبصورت سرورق، عمدہ طباعت

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

لیکن اس کے باوجود ہم مرنے والے کی آخری اچھا ضرور پوری کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پاپ کرنے والوں کو پن (نیکی) کے کام کرنے کا بھی دھیان رکھنا چاہیے۔"

"مسٹر شہباز۔ اس خیال کو دل سے نکال دو کہ تم اب کسی بھی صورت میں یہاں سے زندہ بچ کر نکل سکو گے۔ ویسے ہم تمہاری آخری اچھا ضرور پوری کریں گے۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے وہ عجیب انداز میں مسکرایا پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے معلوم ہے کہ پولیس ملازمت کے دوران تم ایک کامیاب کھلاڑی رہ چکے ہو لیکن کبھی کبھی اچھے کھلاڑی بھی داؤ کھا جاتے ہیں۔ تم بھی داؤ کھا گئے۔ تم نے واش روم میں لگے ہوئے ٹائیلس پر شاید زیادہ دھیان نہیں دیا۔ اسی کی ٹائلوں کے اندر ایک چور دروازہ بھی ہے جو دوسرے کمرے میں کھلتا ہے لیکن اس کا کنٹرول دوسرے کمرے میں ہے۔ ہم اسی راستے سے تمہاری سیوا کرنے کے کارن آئے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "گویا ناتھن بھی تمہارے گینگ ہی کا ایک فرد ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم خاصے ذہین ہو لیکن اپنی ذہانت کے باوجود ہمارے ماؤس ٹریپ میں آ

گئے۔"

"بھوشن جوزف کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔" اس نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "اس ہوٹل میں تمہارا بھیس بدل کر قیام کرنے کا مقصد کیا تھا۔ کیا تم ہماری ٹوہ میں نہیں تھے؟"

"میں صرف یہ معلوم کرنے کی غرض سے آیا تھا کہ انسپکٹر رام دیال کو حراست میں لے جانے کے بعد تم اچانک انڈر گراؤنڈ کیوں ہو گئے تھے؟"

"صرف یہ دیکھنے کی خاطر کہ میرے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد تمہارے پیٹ میں کیا کھلبلی مچتی ہے۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہیں میری کھوج کس لیے تھی؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم بھوشن کے لیے کتنے اہم آدمی ہو۔"

"یہ معلوم کرنے کی بھی کوئی وجہ ضرور ہو گی۔" وہ میری نگاہوں کے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

"سوری مسٹر بھگوان داس۔" میں نے شانے اچکائے۔ "اب جبکہ تمہارے کہنے کے مطابق موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے تو ان باتوں سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔"

"ہم تمہیں ماریں گے ضرور لیکن اتنی آسانی سے بھی نہیں۔" اس نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "کچھ روز تو ہمارے سیوک تمہاری آؤ بھگت کریں گے اس کے بعد شاید باس خود تمہیں اپنے ہاتھوں سے مارنا زیادہ پسند کرے گا۔"

ٹھیک اسی وقت واش روم سے کسی چیز کے گرنے کی آواز ابھری۔ شاید بھگوان داس کے کچھ ساتھی وہاں بھی موجود تھے۔ وہ آواز میرے لیے زندگی کی نوید سے کم نہیں تھی۔ ایک لمحے کو تینوں ہی کی توجہ واش روم کی جانب مبذول ہو گئی۔ وہی لمحہ میرے لیے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ میں نے بجلی کی رفتاری سے پستول نکال کر ایک مسلح فرد پر فائر کیا۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ اس کی بائیں کنپٹی سے خون کا فوارہ ابلا اور وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر اس طرح لڑکھڑا کر گرا کہ بھگوان داس بھی اپنا بیلنس برقرار نہ رکھ سکا۔ تیسرے مسلح آدمی نے پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن اتنی دیر میں میں سر سالٹ کرتا ہوا اس کے شانے تک پہنچ چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا میری سیدھے پاؤں کی ٹھوکر بھرپور انداز میں اس کے چہرے پر پڑی۔ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس نے اٹھنے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میرے پستول سے دوسری آواز نکلی اور وہ بھی اچھل کر دوسری طرف

ڈھیر ہو گیا۔ اب کمرے میں صرف میں اور بھگوان داس رہ گئے تھے۔ میرے پستول میں ایک گولی باقی رہ گئی تھی۔ میں نے اسے جلد بازی میں ضائع کرنے کی حماقت نہیں کی۔ بھگوان داس کو پستول کی زد میں لیتا ہوا دبے قدموں لپکا۔ واش روم کے اندر ایک سرسری نظر ڈالی۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا پھر بھی میں نے دروازے کو اندر سے بولٹ کر لیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بھگوان داس کو بھی اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ بازی کا رخ اتنی تیزی سے بدل لے گی۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھا۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے بھگوان داس۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "کیا اب بھی تمہارے سیوک میری آؤ بھگت کر سکیں گے؟"

"اپنی وقتی کامیابی پر اتنا گھمنڈ مت کرو مسٹر شہباز خان۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔ "تم ابھی ہوٹل سے باہر نہیں گئے ہو اور شاید زندہ بچ کر جا بھی نہیں سکو گے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سفاک انداز میں دریافت کیا۔

"مجھے اپنی موت کا اتنا غم نہیں ہو گا جتنی اس بات کی خوشی ہو گی کہ تمہاری زندگی اب اپاہجوں کی طرح گزرے گی۔" وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔ "شاید اب تم سارا جیون آکاش کی صورت بھی نہ دیکھ سکو گے۔ باس تمہیں بڑی اذیت ناک موت مارے گا۔ تمہیں شاید اس کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم۔"

"خطرناک کھیلوں میں موت اور زندگی کا خیال رکھنے والے بازی کبھی نہیں جیت سکتے۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا لیکن بھگوان داس نے جو کچھ کہا وہ غلط بھی نہیں تھا۔ ہوٹل میں بھوشن کے اور بھی بہت سارے ساتھی ہوں گے۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔ میں نے خلاف توقع جو بازی اپنے حق میں کی تھی وہ ایک پل میں پلٹ بھی سکتی تھی۔ میرے ہاتھ سے دو خون ہو چکے تھے۔ بھگوان داس کو زندہ چھوڑ دینے کے بعد بھی یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی تھی کہ وہ مجھے ہوٹل سے بچ کر نکل جانے میں کوئی مدد کرے گا۔"

پھر میں نے فیصلہ کر لیا۔ جہاں دو خون میرے ہاتھ سے ہوئے تھے وہاں ایک اور بھی کیا جا سکتا تھا۔ بھگوان داس میرے چہرے کے تاثرات بھانپ رہا تھا۔ شاید موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی وہی انجام ہوا جو اس کے دو ساتھیوں کا ہو چکا تھا۔ میں نے تینوں لاشوں کو کھینچ کر واش روم میں منتقل کیا پھر دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

aazzamm@yahoo.com

راہداری اس وقت میری قسمت سے خالی ہی پڑی تھی۔ میں نے منٹ کی جانب قدم اٹھائے اور گراؤنڈ فلور کا بٹن دبانے کے بجائے تھرڈ فلور کا بٹن دبادیا جہاں سے ملازموں کے لیے عقبی زینوں کے ذریعے نیچے جانے کا راستہ موجود تھا۔ مجھے خلاف توقع ہوٹل سے باہر نکلنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ہوٹل کے کھوچار ملازمین نے مجھے دیکھا ضرور تھا لیکن کوئی توجہ نہیں دی۔ شاید وہ بھوشن کے سادہ لباس والے نہیں تھے۔

پانچ منٹ بعد ہی میں خطرے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھا ندیم کے کیسینو کی طرف جارہا تھا تاکہ پروفیسر مورس کے میک اپ سے نجات حاصل کر سکوں لیکن شاید ندیم کو ان معاملات سے باخبر کرنا میرے لیے مناسب نہ ہوگا۔ ایسا کرنے کی صورت میں اس کے آدمی پھر میرے پیچھے نگرانی کرنے کی خاطر سائے کی طرح لگ جاتے جبکہ میں اپنی مشکلات کا سامنا تنہا کرنا چاہتا تھا' چنانچہ میں نے ٹیکسی واپس پبلک لائبریری کی سمت مڑوالی۔ ٹیکسی سے اتر کر میں نے ڈرائیور کو کرائے کے علاوہ دس روپے بطور ٹپ دیے وہ بے حد خوش ہوگیا۔ میں نے ایک بار پھر وہی طریقہ کار اختیار کیا۔ واش روم میں جاکر جلدی جلدی اپنا ریڈی میڈ میک اپ اتارا اور پھر شہباز خان والے حلیے میں آگیا۔ اس کے بعد میں عقبی راستے سے نکل کر پارک میں آیا اور بڑے اطمینان سے چہل قدمی کرتا ہوا کھلی سڑک پر پہنچ کر دوسری ٹیکسی پکڑی اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

بھگوان داس اگر زندہ میرے ہاتھ آجاتا تو اس کے ذریعے میں بھوشن کے بہت سارے کمزور پہلوؤں سے واقف ہو سکتا تھا لیکن چویشن ایسی ہی پیدا ہوگئی تھی کہ اگر میں اسے گولی نہ مارتا تو وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے میں ایک پل کی بھی سستی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ مجھے اس کی موت کا افسوس تھا لیکن اس بات کی خوشی بھی تھی میں زندہ سلامت اس ہوٹل سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

بھگوان داس کے بعد اب میرے لیے گیتا کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ مجھے اس بات کا بھی بڑی شدت سے احساس تھا کہ بھگوان داس کی موت کی اطلاع جب بھوشن تک پہنچے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔ گیتا کی بازیابی اب خاصی مشکل ہوگئی تھی۔ اول تو غالب امکان اس بات کا تھا کہ اسے کرشن شرما کی موت کے بعد ہی ٹھکانے لگا دیا ہوگا۔ دوسری شکل میں اگر وہ زندہ تھی تو اس پر نگرانی اور سخت کردی گئی ہوگی' بہرحال میں طے کرچکا تھا کہ گیتا کو بازیاب کرنے کی خاطر میں ہر ممکن کوشش ضرور کروں گا خواہ اس کے لیے مجھے براہ راست بھوشن سے براہ راست ہی کیوں نہ ٹکرانا پڑے۔

ناصر کو ہوٹل میں میری حیثیت کا علم ہوچکا تھا اس لیے بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کی موت کی اطلاع بھوشن تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی ہوگی۔ میرا ذہن برابر اسی خیال میں غرق تھا۔ بھگوان داس نے میری اصلیت معلوم کرنے کی خاطر ایک بلی کی جو قربانی دی تھی اس میں وہ کامیاب رہا تھا۔ شاید اسی کامیابی کے نشے نے اسے خوش فہمیوں میں مبتلا کردیا تھا۔ ورنہ وہ اگر عقل مندی سے کام لیتا تو مجھے کسی چوہے کی طرح بہ آسانی پکڑ سکتا تھا۔ اسے ڈرامہ رچانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی لیکن شاید قسمت مجھ پر مہربان تھی جو اس وقت کھلی فضا میں ٹیکسی میں بیٹھا آزادی کے سانس لے رہا تھا۔

واش روم میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز میری آزادی کا پروانہ بن گئی تھی ورنہ بھگوان داس اور اس کے ساتھی مجھے اپنے نرغے میں لینے میں کامیاب ہوچکے تھے لیکن وہ وزنی شے کیا تھی؟ کس نے گرائی تھی؟ یہ سوال ابھی بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا کہ اچانک لیڈی مکارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے عزیز۔ میں تمہیں آزادی کی مبارک باد پیش کرتی ہوں لیکن اس بات کی تاکید بھی کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ اب تمہیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"تمہیں ان حالات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"تم شاید بھول رہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ اس وقت تک تمہارے معاملات میں دلچسپی لیتی رہوں گی جب تک اس طاقت کا سراغ نہ لگالوں جو تمہاری مدد کرتی ہے۔ اس کے بعد تمہاری حیثیت میرے لیے ایک عام آدمی سے زیادہ مختلف نہیں ہوگی۔"

"کیا تمہیں میرے ارادوں کا علم ہوگیا تھا۔"

"میں تمہارے دل میں نہیں جھانک سکتی لیکن تمہاری نقل و حرکت پر نظر رکھنا میرے لیے بچوں کے کھیل جیسا ہے۔" لیڈی مکارنس کے جواب میں تکبر تھا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وقت اور فاصلوں کی قید میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"بھگوان داس کی موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی سانپ کے منہ پر پاؤں رکھ کر اسے اور زیادہ خطرناک بنادیا جائے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بھوشن کو اپنے دست راست کی موت کی اطلاع مل چکی ہے لیکن ابھی تک اسے اس بات کا علم نہیں ہوا کہ پروفیسر مورس کے پیچھے کس کی شخصیت کام کررہی تھی مگر اس کے ذہن میں سب سے پہلے تمہارا ہی نام ابھرا ہے اور چند گھنٹوں بعد وہ اس کی تصدیق کرنے میں بھی کامیاب ہوجائے گا کہ پروفیسر مورس کے بھیس میں تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"پریشان مت ہو۔ اس کا جواب شاید بھوشن خود ہی تمہیں دے دے گا۔" لیڈی مکارنس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "جو چالاک لوگ محض ایک بلی کے ذریعے تمہارے اور اپنے شبے کی تصدیق کرسکتے ہیں ان کے پاس اور بھی بہت ذرائع ہوسکتے ہیں۔"

"کیا تمہیں ان ذرائع کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

"لیڈی مکارنس گھپ اندھیروں میں گرد آلود فرش سے گری کھوئی ہوئی سوئی بھی تلاش کرسکتی ہے۔" وہ نخوت سے بولی۔ "میری نظریں دنیا کے کسی کونے میں بھی بلا روک ٹوک پہنچنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ کہو تو اس ٹیکسی کا نمبر بھی بتادوں جو اس وقت تمہارے استعمال میں ہے۔"

"کیا تم بتاسکتی ہو کہ واش روم میں ہونے والی آواز..."

"اتفاق ہی سمجھو جو اس وقت میرا دھیان اچانک تمہاری طرف چلا گیا تھا۔" اس نے جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ آواز جسے سن کر تمہیں اپنے بچاؤ کی مہلت ملی تھی وہ میں نے ہی پیدا کی تھی۔ میں چاہتی تو تمہیں بچا بھی سکتی تھی۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کی موت کے لیے میری آنکھوں کا ایک اشارہ بھی بہت تھا لیکن میں خون خرابے کی عادی نہیں ہوں۔ تم سیکرٹ سروس کے چیف انسپکٹر دل کو کیوں فراموش کر رہے ہو جو بھیس بدل کر میرے خلاف مکارنس کے قتل کی تفتیش کرنے جس دیوانہ ہو رہا ہے۔ میں چاہوں تو اسے بھی کسی چیونٹی کی طرح اپنے پیروں تلے کچل سکتی ہوں لیکن میں بچوں کے کھیل تماشے دیکھ کر زیادہ خوشی محسوس کرتی ہوں۔ اسی لیے میں تمہاری بہادری بھی دیکھنا چاہتی تھی۔ ہاں' ناکامی کی صورت میں تمہاری مدد ضرور کرتی۔"

"گیتا کے بارے میں تمہاری معلومات کیا کہتی ہے؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ زندہ ہے اور میرے لیے بھوشن کے خلاف ایک اہم ثبوت ثابت ہوسکتی ہے؟"

"کیا سب کچھ مجھ سے ہی پوچھو گے۔" اس بار اس کے جواب میں بڑا گہرا طنز تھا۔ "کیا اپنی کالکا کے لیے کچھ باقی نہیں چھوڑو گے جس نے تمہاری خاطر موہنی کو کس قدر آسانی سے جلاکر راکھ کا ڈھیر کردینے میں تمہاری مدد کی تھی۔"

"ہاں" کالکا نے مجھ سے موہنی کی موت کا موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کو پورا کرنے میں اس نے کسی فریب سے کام نہیں لیا۔"

"فریب۔" لیڈی مکارنس کا لہجہ یکلخت تلخ ہوگیا۔ "کیا تم اس قابل ہو کہ فریب اور سچائی میں تمیز کرسکو؟"

"لیکن کالکا نے..."

"نہیں میرے عزیز۔" اس نے ایک بار پھر میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "اتنی جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کرو۔ یہ دنیا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں ایک تجربہ گاہ ہے۔ کامیاب وہی ہے جو اپنا ذہن اور اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ذہن میں ابھی تک کیا شبہ منڈلا رہا ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم کول درما موہنی اور میری شخصیت کو ایک ہی کردار کے مختلف روپ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"مجھے تمہارا جواب پسند آیا میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس نے برا ماننے کے بجائے خوشی کا اظہار کیا۔ "جو لوگ سچائی کے راستے پر چلنے کے عادی ہوں جیت انہی کی ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے جیتنے کی خاطر بہت کچھ ہارنا بھی پڑتا ہے۔"

"کیا تم ایک کام کرسکتی ہو؟"

"کہو۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نسیم کو بہن بنایا ہے' وہ مجھے بہت عزیز ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو مگر کیا تم یہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ اس کے چہرے پر پیشانی کا وہ داغ کس کی شرارت کا نتیجہ تھی۔"

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس کی پیشانی کا وہ داغ دور ہوجائے جس کے بارے میں ڈاکٹر ابھی تک کوئی یقینی بات کہنے سے گریز کررہے ہیں۔"

"صرف آج کی رات اور انتظار کرو۔ ہوسکتا ہے کہ کل صبح تمہاری پریشانی دور ہوجائے۔" اس نے یقینی لہجے میں جواب دیا۔

"کالکا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں تھوڑے توقف سے بولا۔ "اس نے کہا تھا کہ موہنی کی موت کے بعد ہوسکتا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوبارہ مورتی کی شکل میں تبدیل کردیا جائے یا آسمان اور زمین کے درمیان معلق کردیا جائے۔"

"اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ عتاب دیوتاؤں کی جانب سے نازل ہوگا۔"

"ہاں۔"

"لیڈی مکارنس نے آج تک اپنی شکست بھی تسلیم نہیں کی یا یوں سمجھ لو کہ مجھے زندگی میں ہمیشہ جیت ہی ہوئی ہے۔" وہ بڑے پر اعتماد اور نخوت بھرے لہجے میں بولی۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہاری کالکا کی مورتی میری لائبریری میں شیشے کے شوکیس میں بند ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ میری ایک ذرا

aazzamm@yahoo.com

پی عدم موجودگی کی بنا پر اس کی روح میرے قبضے سے نکل گئی تھی لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کی روح بھی میرے قبضے میں ہوگی اور میں تمہیں اس سے گفتگو کرنے کا ایک نادر موقع ضرور فراہم کروں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ کاکا دیوتاؤں کے عتاب کا شکار نہیں ہوئی۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔ کسی خاص مصلحت کی بنا پر میں اس وقت تمہارے سوال کا جواب دینا پسند نہیں کروں گی۔"

"بھوشن سے میری پیدا ہونے والی دشمنی کے بارے میں تمہاری کیا پیشین گوئی ہے۔ کیا مجھے سرنڈر کر جانا چاہیے یا۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔"

"تم نے مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ تمہاری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات یا پیشین گوئی غلط ثابت نہیں ہوتی۔" میں نے لیڈی مکارنس کو اکسانے کی خاطر کہا۔

"تمہارا دوست حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ میں اسے بھی پسند کرتی ہوں۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا۔" میں نے پیشین گوئی کے سلسلے میں اپنا سوال پھر دہرایا۔

"وقت کا انتظار کرو میرے عزیز اور اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کی عادت ڈالو۔ فی الحال میں تم کو یہی مشورہ دے سکتی ہوں۔"

پھر لیڈی مکارنس نے مجھ سے اپنا رابطہ توڑ دیا۔

☆

گھر پہنچتے ہی عارفہ نے مجھے بتایا کہ سراج کا فون میرے لیے کئی بار آ چکا ہے۔ وہ مجھے یقیناً کوئی خاص خبر سنانا چاہتا تھا ورنہ متعدد بار فون کرنے کی زحمت کبھی گوارا نہ کرتا۔ عارفہ کے بیان کے مطابق وہ کل بھی میری غیر موجودگی میں بار بار فون کرتا رہا تھا۔ میں نے عارفہ کو حالات کے پیش نظر سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ فون پر کسی سے اپنا نام ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کاکا کو ابھی تک اس بات کا شبہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ موہنی نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اپنے آدمیوں کے ذریعے عارفہ کے جل مرنے کی اطلاع کے باوجود نہ جانے کیوں اسے اس کا یقین نہیں آسکا تھا کہ عارفہ مر چکی ہے۔ کاکا کو بھی اگر عارفہ کے میرے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہنے کی خبر ہو جاتی تو وہ بھی اس کے بہت سارے مطلب اخذ کر سکتی تھی۔ اس نے مجھے کھلے لفظوں میں چیلنج کیا تھا کہ اگر میں اس کا نہ ہو سکا تو وہ اپنی کالی قوتوں سے کسی اور کو بھی میرا نہ بننے دے گی۔ بہر حال میں نے عارفہ کو ایک بار پھر تاکید کر دی کہ وہ خاص خاص موقعوں کے علاوہ کال ریسیو کرنے کی حماقت نہ کرے۔

میں خاصا تھکا ہوا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ ایک کپ گرما گرم کافی پیئے اور پوری طرح ترو تازہ ہونے کے بعد سراج کو فون کیا لیکن مجھے اس کے دفتر سے معلوم ہوا کہ اس کی بحالی دوبارہ اسی جگہ ہو گئی ہے جہاں وہ عتاب میں آنے سے پیشتر تھا۔ مجھے اس خبر پر خوشی ہوئی۔ شاید سراج نے بھی خوش خبری سنانے کی خاطر مجھے فون کیا تھا۔ میں نے دوسرے نمبر پر ڈائل کیا تو کال خود سراج نے ریسیو کی تھی۔

"واپسی مبارک ہو۔" میں نے اسے مبارکباد دی۔ "لیکن اتنی جلدی یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ میرا مطلب ہے کہ ایک بار اگر کوئی پولیس آفیسر عتاب کا شکار ہو جائے تو اتنی جلدی اس کی گلو خلاصی کے صرف دو ہی طریقے ممکن ہیں۔ یا تو لمبا مال خرچ کیا جائے یا پھر کوئی اتنی اونچی سفارش جسے ٹالا نہ جا سکے۔"

"کل آپ کہاں تھے۔ میں نے کئی بار آپ کو مختلف نمبروں پر آزمایا تھا لیکن ہر طرف سے یہی جواب ملا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔"

"کچھ ٹوٹ ڈور کام نپٹانے میں مصروف تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اصل مقصد کی طرف آگیا۔ "آپ نے اتنی جلدی اپنی واپسی کی وجہ نہیں بتائی۔"

"مجھے خود بھی ابھی تک یقین نہیں آسکا کہ مسز سلیمان شاہ اچانک میرے اوپر اس قدر مہربان کیوں ہو گئیں جبکہ۔۔۔" سراج نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا مگر میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے دل میں ابھی تک ندیم کی طرف سے غبار موجود ہے۔

"اس مہربانی کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی؟" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔ "ویسے بائی دی وے آپ کو اس بات کا احساس کس طرح ہوا کہ ماہ رخ ہی کی وجہ سے آپ کا تبادلہ دوبارہ اسی سیٹ پر ہوا ہے۔ ممکن ہے اس میں بھوشن کی کوئی سازش ہو۔"

"تعیناتی کا آرڈر دیکھ کر میرے ذہن میں بھی یہی خدشہ ابھرا تھا لیکن پھر مسز سلیمان شاہ نے بہ ذات خود فون کر کے مجھے اطلاع دی کہ اس نے بہت اوپر سے میری واپسی کے احکامات جاری کرائے تھے۔"

"پھر تو ڈبل مبارک ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ کی تو باقاعدہ لاٹری نکل آئی ہے بقول شخصے اب تو آپ کی پانچوں گھی میں اور سر۔۔۔"

"میں اب سر کڑھائی میں ہونے کی عمر سے گزر چکا ہوں۔" سراج نے میرے جملے کا مفہوم سمجھتے ہوئے جواب دیا پھر بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ مسز سلیمان کی مہربانی کی اصل وجہ کیا تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ دل آ جانے کے لیے عمر کی قید کا ابھی تک کوئی قانون وضع نہیں ہوا۔" میں نے بذلہ سنجی کا ثبوت دیا۔

"کل صبح ہی مجھے ٹرانسفر آرڈر ملے تھے پھر چارج ہینڈ اوور کرنے سے پیشتر مسز سلیمان شاہ کا فون بھی موصول ہوا تھا۔" سراج نے میرے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "دوسری حیرت کی اطلاع یہ ہے کہ نیا چارج سنبھالنے کے ایک گھنٹے بعد ہی مجھے محترمہ کا فون دوبارہ موصول ہوا تھا۔"

"گھر آنے کی دعوت دی ہوگی۔"

"میں اس وقت بے حد سنجیدہ ہوں شہباز صاحب۔" سراج نے کہا۔ "جانتے ہیں محترمہ نے کیا کہا تھا۔"

"ابھی تک میں نے علم غیب میں دسترس حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"مسز سلیمان شاہ نے نہایت سنجیدگی سے یہ رپورٹ دی ہے کہ کچھ لوگ انھیں اغوا کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"یہ بات میرے حلق کے نیچے نہیں اتر رہی۔" میں نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ماہ رخ کے تعلقات اوپر تک ہیں۔ اس کا مجھے بہ خوبی علم ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو اس کے ساتھ سیکورٹی گارڈز کی ایک فوج ہوتی ہے ایسی صورت میں اسے اپنے اغوا کی اطلاع پولیس رجسٹر میں درج کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہی سوال مجھے بھی پریشان کر رہا ہے۔" سراج نے کہا۔ "ویسے ابھی تک میں نے رپورٹ درج نہیں کی۔ مسز سلیمان شاہ کا یہی حکم تھا کہ جو کچھ بھی کیا جائے انتہائی رازداری سے کیا جائے۔ اس کا کوئی ذکر پولیس کے کسی ریکارڈ پر لانے کی سختی سے تاکید کی ہے۔"

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" میں نے سراج کو دلاسہ دیا۔ "جب آپ کو ماہ رخ کے اغوا کی باقاعدہ رپورٹ ملے تو دو چار ہسٹری شیٹرس اور دس نمبر کے غنڈوں کو اٹھا کر بند کر دیجیے گا۔ دنیا دکھاوے کی خاطر دو چار جگہ چھاپے مارئیے گا۔ اتنی دیر میں مجھے قوی امید ہے کہ سلیمان شاہ کے شکاری کتے مجرموں کی بو سونگھتے ہوئے ان کی شہ رگ تک خود ہی پہنچ جائیں گے۔"

"آج صبح ہی صبح ایک نئی اطلاع ملی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر بھوشن نے فون کر کے اطلاع دی ہے کہ کسی نامعلوم شخص نے ا۔ میسنڈ ہوٹل میں اس کے بزنس منیجر بھگوان داس اور اس کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں۔"

"آئی سی۔" میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا کسی خاص پارٹی اور بھوشن کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی ہے اور یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا ہے جب اس کا کروڑوں روپے کا قیمتی مریض کرشن شری اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔" میں نے یونہی ایک شبے کا اظہار کیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ناجائز تجارت کے میدان میں کوئی دوسری پارٹی بھی سرگرم عمل ہو اور کسی وجہ سے اس کے اور بھوشن کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی ہو۔ خان جابر اور بسرام وغیرہ کے قتل کی وارداتیں بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہوں؟"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو لیکن ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔"

"فی الحال مجھے ا۔ میسنڈ پہنچنے کی جلدی ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر بھوشن کا فون دوبار آ چکا ہے۔ وہ خاص طور پر بھگوان داس کی موت پر پاگل ہو رہا ہے۔ میں ہوٹل سے واپسی پر آپ سے دوبارہ بات کروں گا۔" پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میرا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ بھوشن جوتف کو بھگوان داس کی موت کی اطلاع مل چکی تھی۔ لیڈی مکارنس نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ پروفیسر ہورس کے میک اپ میں میرے ہونے کا جواب بھوشن ہی دے گا۔ یہ بات بہر حال میری تشویش کا سبب تھی لیکن میں پریشان نہیں تھا۔ محض شبے کی بنا پر کسی کو عمر قید یا پھانسی کی سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ بھگوان داس نے گفتگو کے دوران مجھے شہباز کے نام سے ضرور مخاطب کیا تھا مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ اس نے جسے شہباز کے نام سے پکارا تھا وہ میں ہی تھا ہو سکتا ہے اس نے محض قانون کو دھوکا دینے اور مجھے بلاوجہ پھانسنے کی خاطر ایسا کیا ہو لیکن دل کو یہ تمام تسلیاں دینے کے باوجود لیڈی مکارنس کے کہے ہوئے کچھ جملے میرے ذہن میں کھٹک رہے تھے۔

میں عارفہ سے بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا کہ تسنیم اور ندیم کمرے میں داخل ہوئے۔ میرا خیال تھا کہ ندیم مجھ سے رات کی غیر حاضری کے سلسلے میں ضرور پوچھے گا لیکن خلاف توقع اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ غالباً وہ موہنی کی موت کے بعد کاکا کے سلسلے میں میرے الٹے سیدھے جواب سے ابھی تک خفا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے چہرے کے تاثرات کو اس وقت بھی پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ رات کو کہاں تھے۔" تسنیم نے بڑی محبت اور اپنائیت سے پوچھا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "عارفہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کسی ضروری کام سے دو تین روز کے لیے باہر جا رہے تھے۔"

"ہاں۔" میں نے بات بناتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

aazzamm@yahoo.com

Scanned
By
Ali and Azam

Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

تمہاری پیشانی کے داغ کی خاطر کسی پہنچے ہوئے فقیر نے مجھے مخصوص تعداد میں ایک عمل پڑھنے کو کہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس میں دو تین دن بھی لگ سکتے ہیں لیکن تمہاری قسمت کی بات ہے کہ عمل کی وہ تعداد ایک رات ہی میں پوری ہو گئی۔"

ندیم نے مجھے غور سے دیکھا پھر اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ شاید وہ میری بات کو محض ایک خوب صورت بہانہ سمجھا تھا۔

"اس عمل سے کیا ہو گا؟" عارفہ نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"فقیروں کی باتیں فقیر ہی جانیں' بہرحال اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ عمل پورا ہونے کے بعد ایک رات ڈھلتے ہی دوسری صبح داغ کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔"

"آپ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟" نسیم نے پرامید نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔" میں نے لیڈی مکارنس کی پیشن گوئی پر یقین کرتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا۔ "صرف آج رات کی بات ہے کل صبح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی بھی سامنے آجائے گا۔"

"اس کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "اگر فقیر کی کہی ہوئی بات درست ہوئی تو کیا بزنس برقرار رکھو گے یا ماتھے پر قشقہ کھینچ کر کسی پرانے برگد کی چھاؤں میں دھونی مار کر بیٹھنے کا ارادہ ہے؟"

"اس کا فیصلہ کل صبح فقیر سے دوبارہ ملاقات کرنے کے بعد ہی کر سکوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ عمل کی تعداد پوری کرنے کی خاطر تم نے کل کی رات کسی ویرانے یا جنگل میں گزاری تھی؟"

"وہ عمل مجھے ساحل سمندر پر بیٹھ کر پڑھنا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

ندیم نے میرے جواب پر مجھے غصے سے دیکھا کچھ کہنا چاہا مگر پھر ارادہ ترک کر کے اٹھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ عارفہ نے ندیم کے جانے کے بعد پوچھا۔

"کیا بات ہے کیا ندیم بھائی آپ سے کسی بات پر ناراض ہیں؟"

"اس کا جواب تم اپنے بھائی سے ہی پوچھنا۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "فی الحال میں سونا چاہتا ہوں۔ رات بھر سمندر کے کنارے بیٹھے بیٹھے ریڑھ کی ہڈی میں درد شروع ہو گیا ہے مجھے نیند آجائے تو براہ کرم مجھے جگانے کی کوشش نہ کرنا۔"

"شہباز بھائی۔" نسیم نے ایک بار پھر مجھے غور سے دیکھا۔

اردو کے شاہکار سفرنامے	ضیاء ساجد	200/-
منتخب مشہور سفرنامے	ضیاء ساجد	250/-
منتخب مشہور افسانے	ضیاء ساجد	150/-
منتخب اعلیٰ افسانے	ضیاء ساجد	125/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

Shaheen Library
SAHIWAL
Phone: 61946

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میری پیشانی کا داغ صبح تک غائب ہو جائے گا؟"

"امید پر دنیا قائم ہے۔ تم بھی قائم رہو۔ اس میں بہ ظاہر کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔"

میں نسیم اور عارفہ کو پریشانی کے عالم میں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں آگیا پھر ایسا گھوڑے بیچ کر سویا کہ دوسری صبح ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ نسیم اور عارفہ دونوں میری خواب گاہ میں ہی موجود تھیں۔

"خیریت۔" میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ صبح ہی صبح دھاوا بولنے کی کیا وجہ ہے۔"

"آپ نے نسیم کی پیشانی کی جانب نہیں دیکھا۔" پھر عارفہ کے یاد دلانے پر میں نے نظریں گھما کر نسیم کی پیشانی کی جانب دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہاں سیاہ دھبے کا کوئی نام و نشان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ لیڈی مکارنس نے جو کچھ کہا وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا تھا۔ نسیم کی خوب صورت آنکھوں میں خوشی کے آنسو نکل رہے تھے۔

"سراج کی کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔" میں نے اچانک چونکتے ہوئے عارفہ سے پوچھا۔

"دن بھر میں خدا جھوٹ نہ بلائے تو پچاسوں بار فون آچکا ہے لیکن ہم نے آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کو جگانے کی کوشش نہیں کی۔"

میں نے تیزی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا' جلدی جلدی ناشتہ کیا پھر سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ ڈاکٹر اسمتھ کی تفتیش کے بعد سراج نے بھگوان داس کے قتل کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا تھا؟

aazzamm@yahoo.com